زبان کی حفاظت
تالیف
حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمۃ اللہ علیہ
دار الفلاح
چوک فوارہ ملتان (پاکستان)

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ مَنْ خَزَنَ لِسَانَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ (مشکوٰۃ)

چہل حدیث متعلقہ

جس میں حفاظت زبان سے متعلق حدیث کو بامحاورہ سلیس اردو زبان میں ترجمہ اور شرح کے ساتھ جمع کیا گیا ہے اور اس کے بارے میں عوام و خواص کی غفلتوں اور کوتاہیوں پر تنبیہ کیا ہے نیز فضول باتوں اور لایعنی بحثوں سے بچنے اور ذکر و تلاوت، درود اور استغفار میں مشغول ہونے کی ترغیب دی گئی ہے۔

مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری

حسب الحکم حضرت اقدس حجۃ الخلف بقیۃ السلف برکۃ العصر عارف باللہ
مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب کاندھلوی ثم مہاجر مدنی

دار الفلاح

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

حضرت شیخ الحدیث مدظلہٗ کا ارشادگرامی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اما بعد! حبی و محبی مولوی محمد عاشق الٰہی سلمہ اللہ تعالیٰ بالا فادات والا فاضات نے حفاظت زبان کے موضوع پر ایک اہم رسالہ لکھا ہے۔ جس میں رحمۃ للعالمین ﷺ کے ارشادکا ترجمہ لکھا ہے اور ساتھ ہی ضروری تشریحات بھی لکھ دی ہیں۔ اور آسان زبان میں بہت کارآمد اور مفید باتیں جمع کی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے کیونکہ اس زمانہ میں اس موضوع پر ایسا رسالہ لکھنے کی واقعی ضرورت تھی جس میں ان گناہوں کی نشاندہی کی جائے جو زبان سے متعلق ہیں اوران میں عموماً عوام وخواص مبتلا ہیں۔ تمام مسلمانوں سے عموماً اور اپنے احباب سے خصوصاً درخواست کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو خود پڑھیں گھروں اور مسجدوں میں اور مجلسوں میں سنائیں اللہ جل شانہ، عزیز موصوف کی اس تالیف کو مثل دوسری تالیفات کے قبولیت عامہ نصیب فرمائے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدفیوضہم

کاندھلوی ثم مہاجر مدنی

۲۔ شعبان ۱۳۹۹ھ

بقلم حبیب اللہ

مؤلف کی گزارش

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

الحمد للہ الذی خلق الانسان و انطق لہ اللسان و جعل لسانہ ذاکر اللہ تعالیٰ و تلاء القرآن ولقد اخبرنا حبیبنا و شفیعنا سیدنا محمد ن الذی ارسل فی آخر الزمان بغوائل اللسان و ما یصدر منہ من الشرور و العصیان و بآفاتہ من الکذب والا غتیاب اوا لنمیمۃ والبھتان فصلے اللہ تعالیٰ علیٰ نبیّہٖ و رسولہ سید ولد عدنان و علیٰ الہٖ و صحبہٖ ومن اتبعھم باحسان الیٰ یوم یحاسب فیہ ماصدر من اللسان اوار تکبہ العینان والا ذنان و تودی الحقوق الیٰ اھلھا مما کان بین الجیران والخلان بل فیما انتطح العنزان یوم یفر المرء من امہٖ و صاحبہٖ وآبائہٖ ولا حباب والا خوان فطوبیٰ لمن خزن لسانہ وراقب اقوالہ و حفظ اعضائہ من الظلم والعدوان وتاب الیٰ اللہ توبۃ نصوحاً باخلاص القلب و صدق الجنان۔

امابعد! یہ رسالہ ایک چہل حدیث ہے جس میں حفاظت زبان کے بارے میں چالیس حدیثیں مع ترجمہ وتشریح احقر نے جمع کی ہیں۔ زبان کے آفات اور مہلکات بہت ہیں اور ان میں ابتلا بھی عام ہے عوام وخواص کو عموماً ایسی چیزوں میں مبتلا دیکھا جاتا ہے جو زبان سے صادر ہوتیوالی مصیبتیں ہیں۔ قرآن وحدیث میں جن چیزوں سے اہتمام کے ساتھ روکا گیا ہے ان سے بچنا تو درکنار ان کو گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔ ان میں بہت سی چیزیں حقوق العباد سے متعلق ہیں جن کی معافی اسی وقت ہوسکتی ہے جب صاحب حق کو راضی کرلیا جائے لیکن چونکہ اس طرف توجہ ہی نہیں ہے اس لئے دل میں کبھی یہ جذبہ ہوتا ہی نہیں کہ ہم نے جس کسی کی غیبت کی ہے یا تہمت لگائی ہے یا گالی دی ہے اس سے معافی مانگیں حالانکہ یہ بہت بڑی غفلت ہے کیونکہ دنیا میں حقوق العباد کی تلافی نہ کی گئی تو اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتنا پڑے گا جس کا انجام بہت برا ہوگا۔ اس چھوٹی سی زبان میں کیا کیا خوبیاں ہیں اور کیا کیا خرابیاں ہیں اس طرف لوگوں کا ذہن جاتا ہی نہیں۔ احقر خود زبان کی بے احتیاتوں میں مبتلا ہے اور دوسروں کو بھی اس میں مبتلا دیکھتا ہے۔ لہذا دل میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ حفاظت زبان کے موضوع پر ایک رسالہ مرتب کروں اللہ جل شانہٗ

کی توفیق شامل حال ہوئی اور یہ رسالہ مرتب ہوگیا جو ناظرین کے ہاتھوں میں ہے رسالہ کا اصل موضوع تو حفاظت زبان ہی ہے لیکن یہ محسوس کر کے تخلیہ اور تحلیہ دونوں ہی کی ضرورت ہے۔ رسالہ کے آخر میں ذکر و تلاوت، تسبیح، تحلیل اور درود و استغفار کے فضائل بھی لکھ دیئے ہیں۔ تاکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ برائیوں سے محفوظ رکھنے کے ساتھ زبان کو رفع درجات اور بڑے بڑے اجر و ثمرات کی تحلیل کا ذریعہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ رسالہ کا نام تحذیر الانسان عن غوائل اللسان المعروف بہ زبان کی حفاظت تجویز کرتا ہوں۔

حضور اقدس ﷺ مرشدی برکۃ العصر عارف باللہ مولانا الشاہ محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مہاجر مدنی دامت برکاتہم کو اس کی تالیف کا علم ہوا تو اس کی طباعت کیلئے معتد بہ بڑی رقم عنایت فرمائی اور جلد طبع کرنے کی تاکید فرمائی اللہ جل شانہٗ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو خود احقر کی اور دوسرے مسلمانوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے اور اس رسالہ کو قبول فرمائے جو حضرات اس سے مستفید ہوں احقر کے والدین اور اساتذہ اور ان احباب کو دعائے خیر میں یاد فرمائیں جو اس رسالہ کی تسوید یا تبییض میں کسی بھی درجہ میں معاون بنے۔ نیز حضرت مرشدی کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ جل شانہٗ ان کا سایہ ہمارے سروں پر دراز فرمائے۔ انہ بالا جابۃ جدیر و علیٰ کل شیء قدیر

العبد المحتاج الیٰ رحمۃ مولاہ محمد عاشق الٰہی بلند شہری عفا اللہ عنہ دعا فاہ ء المدینۃ المنورہ اوائل شعبان ۱۳۹۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

صرف ایک کلمہ باعث رفع درجات اور باعث دخول نار ہو جاتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ رِضْوَانِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَرْفَعُ اللّٰهُ بِهَا دَرَجَاتٍ وَاِنَّ الْعَبْدَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ لَا یُلْقِیْ لَهَا بَالًا یَهْوِیْ بِهَا فِیْ جَهَنَّمَ (رواہ البخاری وفی روایۃ لَهُمَا یَهْوِیْ بِهَا فِی النَّارِ اَبْعَدُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ بندہ کبھی اللہ کی رضا مندی کا کائی ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے کہ جس کی طرف اسے دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے بہت سے درجات بلند فرما دیتا ہے اور بلا شبہ بندہ کبھی اللہ کی نافرمانی کا ایسا کوئی کلمہ کہہ گذرتا ہے کہ اس کی طرف اس کو دھیان بھی نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے"۔ (مشکوٰۃ ۴۱۱ از بخاری)

تشریح: اس حدیث مبارک میں زبان کی خوبی اور خرابی دونوں چیزیں بتائی گئی ہیں ایک کلمہ کتنا قیمتی ہو سکتا ہے اور کس قدر ضرر رساں اور نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ دونوں کا اندازہ حدیث بالا سے واضح طور پر لگایا جا سکتا ہے۔ اللہ کا نام لینا اللہ کی بات کسی کو پہنچا دینا کسی مظلوم کی فریاد رسی کیلئے کوئی کلمہ بول دینا کسی ظالم بادشاہ کے سامنے حق کلمہ کہہ دینا ان سب چیزوں سے بڑے بڑے درجات حاصل ہو جاتے ہیں بعض مرتبہ دھیان بھی نہیں ہوتا اور مسلمان کی زبان سے خیر کے کلمات نکل جاتے ہیں جو رفع درجات کا سبب بن جاتے ہیں اور اس کے برعکس یہ بھی ہے کہ غفلت اور بے دھیانی میں زبان سے بعض مرتبہ ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جو انسان کو ہلاکت کی گہرائیوں میں دھکیل کر دوزخ میں پہنچا دیتا ہے۔ اور یہ معمولی گہرائی نہیں ہوتی بلکہ پورب پچھم کے درمیان جو فاصلہ ہے اس گہرائی سے بھی زیادہ اس گہرائی کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (کما جاء صریحاً فی روایۃ)

اعضاء انسانی میں زبان کی حیثیت:۔ انسان کے اعضاء میں زبان ایک ایسا عضو ہے جو ہے تو چھوٹا لیکن بنسبت دوسرے اعضا کے اس کو خاص قسم کی اہمیت حاصل ہے گو عضو چھوٹا سا

ہے لیکن اس کے کرشمے بڑے بڑے ہیں اس کی خوبیاں بھی بہت ہیں اور خرابیاں بھی بہت ہیں۔ اس کی وجہ سے آخرت کے بڑے بڑے درجات بھی نصیب ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس سے بڑی بڑی نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور دوسرے اعضاء جو نیک کام کرتے ہیں عموماً ان میں بھی زبان کی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ اور دوسرا رُخ یہ ہے کہ زبان سے بہت سے گناہ ہوتے ہیں۔ اور دوسرے اعضاء کے گناہوں میں بھی اسکی معاونت اور شرکت ہوتی ہے۔ کفر اور شرک کے کلمات زبان ہی سے نکلتے ہیں۔ جھوٹی قسم اسی سے کھائی جاتی ہے۔ جھوٹی گواہی اسی کے ذریعہ دی جاتی ہے۔ غیبت بہتان چغلی کسی کا مذاق بنانا کافروں فاسقوں کی تعریف کرنا تہمت لگانا اور اسی طرح کے بڑے بڑے گناہ اس سے صادر ہوتے ہیں۔ بعض مرتبہ منہ سے بات نکل جاتی ہے۔ جس کی طرف دھیان بھی نہیں جاتا اور اس کی وجہ سے انسان دوزخ میں گرتا چلا جاتا ہے۔ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑی اور فرمایا کہ سب سے زیادہ اس کا خوف ہے۔ (ترمذی)

زبان کی کھیتیاں: ۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چند باتیں بتائیں پھر آخر میں فرمایا کیا میں تم کو ایسا عمل نہ بتادوں جس کے ذریعہ ان سب چیزوں پر قابو پاسکو گے۔ (جو پہلے ذکر ہوئیں) حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمایئے اس پر آپ ﷺ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کُفَّ عَلَيْكَ هٰذَا یعنی اس کو اپنے حق میں مصیبت سے روکنا حضرت معاذؓ نے کہا کہ اے اللہ کے نبی کیا ہمارے بولنے پر بھی گرفت ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا اے معاذ تم بھی عجیب آدمی ہو لوگوں کو دوزخ میں منہ کے بل اوندھا گرانے والی جو چیزیں ہونگی وہ ان کی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیاں ہی تو ہونگی۔ (ترمذی)

مطلب یہ ہے کہ جو اعمال دنیا میں ہورہے ہیں ان کے ذریعہ ہر شخص اپنی اچھی یا بری کھیتی لگا رہا ہے۔ اور برابر اس کو بڑھا رہا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک اپنی اپنی کھیتی کاٹ لیگا یعنی اعمال کا پھل پالیگا۔ دوزخ میں جانے والے لوگ بھی اپنی کھیتیاں کاٹیں گے یعنی اعمال کے نتیجے ان کے سامنے آجائیں گے اور وہ ان کی سزا بھگتیں گے۔ اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال زیادہ تر وہی ہوں گے جن کو زبان نے بویا اور کاشت کیا تھا۔ پس زیادہ تر دوزخ میں لے جانے کا ذریعہ زبان ہی ہے۔ جو لوگوں کو منہ کے بل دوزخ میں گرانے والی بنے گی۔

زبان کو قید میں رکھنے کی ضرورت ہے:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جتنا زبان کو قابو میں رکھنے کی ضرورت ہے کسی دوسری چیز کو اس قدر مقید رکھنا کوئی ضروری نہیں (کیونکہ زبان کی آفات بہت زیادہ ہیں) انسان کے سر گناہوں کے بوجھ بند ہونے میں زبان سب اعضاء سے بڑھ کر ہے۔ گناہوں سے بچانا سب اعضا کو ضروری ہے لیکن زبان کی دیکھ بھال اور اس پر قابو پانا سب سے زیادہ اہم ہے۔ حضرت یونس ابن عبیدؒ نے فرمایا کہ جو شخص زبان کو غور کر کے استعمال کرتا ہے۔ میں اس کے اعمال اچھے دیکھتا ہوں۔ اور ایک بزرگ نے فرمایا کہ اپنی بات کو مال کی طرح محفوظ رکھو۔ اور جب خرچ کرنا چاہو تو خوب دیکھ بھال کر اور خوب سوچ کر خرچ کرو۔

انسان اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا جتنا اپنی زبان سے پھسلتا ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْعَبْدَ لَيَقُوْلُ الْكَلِمَةَ لَا يَقُوْلُهَا اِلَّا لِيُضْحِكَ بِهِ النَّاسَ يَهْوِيْ بِهَا اَبْعَدَ مِمَّا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَاِنَّهٗ لَيَزِلُّ عَنْ لِّسَانِهٖ اَشَدَّ مِمَّا يَزِلُّ عَنْ قَدَمِهٖ۔ (رواه البيهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بندہ کوئی کلمہ کہہ دیتا ہے۔ اور صرف اس لئے کہتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کلمہ کی وجہ سے ایسی (ہلاکت والی) گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے جس کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جتنا فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔ (پھر فرمایا کہ) بلاشبہ انسان اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے جتنا اپنے قدم سے (بھی) نہیں پھسلتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۳ از بیہقی)

تشریح: اس حدیث میں دو باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ اول یہ کہ بعض مرتبہ لوگوں کو ہنسانے کے لئے انسان ایسا کلمہ کہہ گذرتا ہے جس کی وجہ سے ہلاکت کی گہرائی میں گرتا چلا جاتا ہے۔ اور یہ گہرائی اس فاصلہ سے بھی زیادہ ہوتی ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان فاصلہ ہے۔ دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ انسان بعض مرتبہ اپنی زبان سے اتنا زیادہ پھسل جاتا ہے۔ جتنا کہ اپنے قدم سے بھی نہیں پھسلتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر قدم پھسل جائے تو تھوڑی بہت چوٹ لگ جاتی ہے جو دو چار دن میں اچھی ہو جاتی ہے۔ اور اگر زبان لغزش کھا جائے تو اس سے دنیا و آخرت

کی تباہی ہو جاتی ہے۔ اگر کفر و شرک کا کلمہ کہہ دیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گیا۔ اور اگر کسی کو گالی دی تو سر پر جوتا پڑا۔ یہاں کی وہاں لگائی تو دو خاندانوں میں لڑائی کرادی۔ ظاہر ہے کہ زبان نے ذرا سی حرکت کی اور اتنی بڑی بڑی مصیبتیں اس کے حق میں کھڑی ہو گئیں اسی لئے زبان کو سختی سے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت سہیل ابن سعدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے اپنے جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور اپنی رانوں کے درمیان کی چیز (یعنی شرمگاہ) کو محفوظ رکھنے کی ضمانت دیدے میں اسے جنت (کے داخلہ) کی ضمانت دیتا ہوں (بخاری) معلوم ہوا کہ دوزخ میں لے جانے میں زبان اور شرمگاہ کو زیادہ دخل ہے۔ اور ان دونوں کی حفاظت جنت کے داخلہ کا بہت بڑا سبب ہے۔

ایک دن حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت صدیق اپنی زبان کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ہائیں اللہ آپ کو بخشے یہ کیا کر رہے ہیں۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ اس نے مجھے ہلاکت کے مواقع میں پہنچا دیا ہے۔ اس لئے کھینچ رہا ہوں۔ (امام موطا)

فضول کام اور لایعنی کلام کی مضرت

وَعَنْ اَنَس رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ تُوُفِّیَ رَجُلٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ فَقَالَ رَجُلٌ "اَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَوَلَا تَدْرِیْ فَلَعَلَّهُ تَكَلَّمَ فِیْمَا لَا یَعْنِیْهِ اَوْ بَخِلَ بِمَا لَا یَنْقُصُهُ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ صحابہ میں سے ایک شخص کی وفات ہوگئی۔ اس پر ایک شخص نے کہا کہ تو جنت کی بشارت سے خوش ہو جا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ (تم خوشخبری دے رہے ہو) اور تمہیں معلوم نہیں کہ (اس کے اعمال کیا تھے) ممکن ہے کہ اس نے کوئی لایعنی بات کہی ہو یا ایسی چیز کے خرچ کرنے میں کنجوسی کی ہو جو خرچ کرنے سے نہیں گھٹتی۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۳ از ترمذی)

تشریح: حضور اقدس ﷺ نے بشارت دینے والے صاحب کو تنبیہ فرمائی کہ تم کیسے یقین کیساتھ اس کو جنتی کہہ رہے ہو۔ ہر شخص کے پورے احوال و افعال اور اعمال و اشغال ہر ایک کے سامنے نہیں ہوتے۔ لہذا یقین کے ساتھ ایسی بات نہ کہی جائے جس سے غیب دانی کا دعویٰ

ہو۔البتہ مرنے والے کے لئے دعا اور استغفار کرے۔اور اس کی خوبیاں بیان کرے اور اللہ جل شانہٗ سے اس کے لئے بہتری کی امید رکھے۔

حضور اقدس ﷺ نے تنبیہ فرماتے ہوئے دو ایسی باتوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنت میں جانے سے روک سکتی ہیں۔ان میں سے ایک یہ کہ ممکن ہے اس نے کوئی لایعنی بات کہی ہو۔ دوسری یہ کہ ہوسکتا ہے کہ اس نے ایسی چیز کے خرچ کرنے میں کنجوسی کی ہو جو خرچ کرنے سے گھٹتی نہیں مثلاً کوئی علم کی بات کسی نے پوچھی اور معلوم ہوتے ہوئے نہ بتائی ہو یا فرض زکوٰۃ دینے میں کنجوسی کی ہو یا دوسرے صدقات اور نفقات جن کا خرچ کرنا ضروری ہے۔ان میں خرچ کرنے سے گریز کیا ہو۔(صدقات اور نفقات کو ان چیزوں میں شمار فرمایا جن سے مال گھٹتا نہیں کیونکہ ان سے مال بظاہر گھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔لیکن حقیقت میں بڑھتا ہے)۔

لایعنی بات کا ضرر:۔ یہ جو فرمایا کہ ممکن ہے اس نے لایعنی بات کی ہو ہم سب کے لئے بہت زیادہ قابل غور ہے۔لایعنی اس کو کہتے ہیں جس سے دنیا اور آخرت کا فائدہ نہ ہو۔اس میں وہ باتیں بھی داخل ہیں جو دنیا و آخرت کے نقصان کا باعث ہوں اور وہ بھی داخل ہیں جن میں نہ نقصان ہو نہ نفع ہو۔جن چیزوں میں نقصان ہے اور مواخذہ و عذاب ہے ان سے بچنا تو ہر انسان کی عقل کا تقاضا ہے۔لیکن جو باتیں ایسی ہوں جن سے نہ نفع ہو نہ نقصان ہو وہ بھی نقصان کی باتیں ہیں۔کیونکہ جتنی دیر ایسی باتیں کیں اتنی دیر اللہ کا نام لیا جاسکتا تھا تلاوت کر سکتے تھے۔درود شریف پڑھ سکتے تھے۔پس ان منافع کا ضائع ہونا نقصان اور خسران ہی ہے۔پھر لایعنی اور فضول باتیں شروع کرنے سے بات بڑھتے بڑھتے لوگوں کی برائیوں اور غیبتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔اس لئے خیر اسی میں ہے کہ خاموش رہے یا اللہ کا ذکر کرے۔اور بقدر ضرورت دنیا کی تھوڑی بہت بات کرے۔جو جائز امور سے متعلق ہو زیادہ کلام اگرچہ جائز ہو دل میں قساوت اور سختی پیدا ہونے کا ذریعہ بن جاتی ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۳۸ میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔اس لئے فضول اور لایعنی کلام سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

بیکار باتوں سے پرہیز سبب کامیابی ہے:۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ (بالتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔اور باتوں سے برکنار رہتے ہیں) غور فرمائیں قرآن مجید میں کامیاب ہونے والوں کی صفات میں لغو سے

اعراض کرنا اور دور رہنا بھی شمار فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوگ اپنی زندگی کو کام میں لگاتے ہیں۔ بے مقصد زندگی نہیں گزارتے فضول اور بیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے اگر کوئی دوسرا شخص لغو اور نکمی بات کرے تو اس کی طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اعراض کیے چلے جاتے ہیں۔ ان کو اپنی مؤمنانہ زندگی میں اس کی فرصت ہی نہیں کہ بے فائدہ کاموں میں اور خواہ مخواہ کی باتوں میں مشغول ہوں۔ جسے اپنے محبوب حقیقی کی یاد سے فرصت نہ ہو وہ فضولیات کی طرف کیسے متوجہ ہوسکتا ہے۔

چہ خوش گفت بہلولِ فرخندہ خو   چو بگذشت بر عارف جنگجو

گر ایں مدعی دوست بشناختی   بہ بیکار دشمن نہ پرداختی

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ یعنی آدمی کے اسلام کی خوبیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو چھوڑ دے جو اس کے کام کی نہیں (ترمذی)۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ لغو اور بیکار باتوں سے نیکیوں کی نورانیت ختم ہو جاتی ہے۔ لغو کے عموم میں بیکار فعل اور بیکار قول دونوں داخل ہیں مؤمن بندہ اپنی آخرت درست کرنے اور وہاں کے درجات بلند کرنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اسے لایعنی میں مشغول ہونے کی فرصت کہاں؟ نہ خود لایعنی میں مشغول ہوتا ہے نہ دوسروں کے لغو کاموں اور لغو باتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر کسی کو لغویات میں مشغول دیکھتا ہے تو نظر نیچی کر کے بے تعلقی کے انداز میں چلا جاتا ہے۔ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا تاش اور شطرنج وغیرہ میں گھنٹوں وقت گزارنے والے غور کریں کہ اپنی عمر کی متاع عزیز کو کس طرح ضائع کر رہے ہیں۔ کچھ ہوش تو کریں۔

...... قیل وقال اور کثرت سوال کی ممانعت ......

وَعَنِ الْمُغِيْرَةِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَمَنْعَ وَهَاتِ وَكَرِهَ لَكُمْ قِيْلَ وَقَالَ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَةَ الْمَالِ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت مغیرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام فرمایا ہے ماؤں کی نافرمانی کرنا۔ اور زندہ لڑکیوں کو دفن کرنا۔ اور (دینے کی چیز کو روکنا اور لوگوں سے یہ کہنا کہ لاؤ اور اللہ نے تمہارے لئے ناپسند فرمایا ہے۔ قیل وقال کو اور

زیادہ سوالات کرنے کو اور مال ضائع کرنے کو (مشکوۃ المصابیح ۴۱۹ از بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث مبارک میں متعدد امور کی ممانعت مذکور ہے۔ اوّل یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کو حرام فرمایا ہے جس طرح ماں کی نافرمانی حرام ہے۔ والد کی نافرمانی بھی حرام ہے۔ جس کا ذکر دوسری احادیث میں آیا ہے۔ اس حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ماؤں کی نافرمانی کا تذکرہ فرمایا۔ کیونکہ ماں عورت ذات ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوتی ہے۔ باپ تو ڈانٹ ڈپٹ کرکے ڈنڈے اور گھونسے کے زور سے بہت سے کام کرالیتا ہے۔ لیکن ماں بیچاری کچھ بھی نہیں کرا سکتی اس لئے اس کی رعایت زیادہ ضروری ہوئی۔ **دوسری** بات یہ ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا حرام قرار دیا ہے۔ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اس بات سے بہت زیادہ جھینپتے اور شرماتے تھے کہ ہمارے یہاں لڑکی پیدا ہوگئی اگر کسی کو یہ خبر ملی کہ میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی تو وہ چھپا چھپا پھرتا[1] تھا اور رنج اور غصہ میں بھر جاتا تھا۔ اور بہت سے لوگ پیدا ہوتے ہی بچی کو زندہ دفن کر دیتے تھے اسلام نے ان کی جہالت کو توڑا۔ بچیوں کی پرورش کرنے کی ترغیب دی اور اس پر بڑے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا۔ اور عورت کو اکرام پرورش کرنے کی ترغیب دی اور اس پر بڑے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا۔ اور عورت کو اکرام اور احترام کا مقام دیا۔ عورتیں اسلام کے احکام پر چلنے سے جان چراتی ہیں۔ اور یہ نہیں ہیں سمجھتی ہیں کہ اسلام سے پہلے دنیا میں ہماری کچھ بھی حیثیت نہیں تھی۔ اسلام نے ان کو بڑھایا اور ان کے ساتھ رحمت اور شفقت اور اکرام واحترام کا برتاؤ کرنے کا حکم فرمایا اس شکر گذاری کا تقاضا تو یہ تھا کہ اسلام کے ہر حکم کو دل وجان سے قبول کرتیں اور خلوص دل کے ساتھ ہر حکم کی تکمیل کرتیں لیکن افسوس ہے کہ احکام اسلام کی خلاف ورزی میں عورتیں ہی آگے آگے نظر آتی ہیں۔ **تیسری** یہ بات ارشاد فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے روکنا اور مانگنا حرام فرما دیا ہے۔ جس چیز کا خرچ کرنا فرض یا واجب ہے اس کا روک لینا حرام ہے۔

اور جس چیز کا لینا حلال نہیں اس کا مانگنا اور طلب کرنا حرام ہے۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قیل وقال کو اور زیادہ سوالات کرنے کو منع فرمایا۔ قیل ماضی مجہول کا صیغہ ہے اور قال ماضی معروف کا صیغہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے اور تجھ مجھ کی باتیں سن کر نقل کرنے اور آگے بڑھانے سے پرہیز

---

[1] قال اللہ تعالیٰ شانہ: یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ (نحل)

کریں۔ لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جو بات سنتے ہیں آگے بڑھا دیتے ہیں۔ بعض مرتبہ کہنے والے کا پتہ بھی نہیں ہوتا لیکن سنی سنائی بات کا یقین کر کے یا محض گمان کی بنیاد پر روایت کر دیتے ہیں۔ اور بعض مرتبہ کہنے والے کا پتہ تو ہے لیکن وہ فاسق فاجر ہوتا ہے اسے خود اہتمام نہیں ہوتا کہ صحیح بات کہے اور تحقیق کے بعد آگے بڑھائے اس طرح بے احتیاطی کیساتھ باتیں آگے بڑھتی رہتی ہیں اور شہروں اور قصبوں اور دیہاتوں میں جھوٹی افواہیں پھیل جاتی ہیں اور بعض مرتبہ بے تحقیق بات کو آگے بڑھانے سے لڑائیاں تک ہو جاتی ہیں انسان کو چاہیے کہ اپنی خبر لے اور تیری میری باتوں اور حکایتوں اور اِدھر اُدھر کی خبروں پر دھیان نہ دے۔ اگر کوئی بات کان میں پڑ جائے تو اسے آگے نہ بڑھائے۔ لوگوں نے یہ طریقہ بنالیا ہے کہ مجلسوں میں بیٹھ کر واہیات اور خرافات میں وقت خرچ کر دیتے ہیں۔ چین، جاپان، امریکہ اور روس کے قصوں میں وقت گذارتے ہیں۔ جس کسی ملک میں الیکشن ہو رہا ہو وہاں کے الیکشن پر تبصرہ شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہاں سے ہزاروں میل دور بیٹھے ہیں نہ ان سے کوئی پوچھے گا نہ ان کا مشورہ اور تبصرہ وہاں پہنچے گا۔ ان تذکروں اور تبصروں میں فضول اور لا یعنی باتیں تو ہوتی ہی ہیں۔ غیبتوں اور تہمتوں کے انبار بھی ہوتے ہیں۔ افسوس کیسا قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں جس وقت کو اللہ کے نام لینے میں خرچ کر سکتے تھے اور جو آخرت کی دولت کا ذریعہ بن سکتا تھا مفت میں اس کا خون کرتے ہیں اور یہ جب ہے جب ان باتوں میں گناہ کوئی نہ ہو اور اگر گناہ کی باتیں کی ہوں تو یہ نہیں کہ صرف وقت ضائع ہوا بلکہ یہ وقت وبال بن گیا اور ایسا ہوا جیسے کوئی شخص اپنی اچھی خاصی دولت کے عوض زہر خرید ے اور اس میں سے تھوڑا تھوڑا پیا کرے۔ العیاذ باللہ۔

حضور اقدس ﷺ نے زیادہ سوالات کرنے سے بھی منع فرمادیا۔ اس ممانعت میں ضروری دینی سوالات داخل نہیں ہیں۔ ضروری بات تو انسان کو معلوم کرنی ہی پڑتی ہے لیکن بلا ضرورت اِدھر اُدھر کے سوالات کرنا محبوب اور محمود نہیں ہے۔ بعض لوگ احکام شرعیہ کی علتیں اور حکمتیں معلوم کرتے ہیں جب کوئی عالم بتا دیتا ہے۔ تو کہتے ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آیا پھر بھی بحثیں چھیڑ دیتے ہیں اور وہ وہ باتیں پوچھتے ہیں جن کی دنیا اور آخرت میں کوئی ضرورت نہیں نہ وہ ایمان کا جزو ہیں اور نہ وہ آخرت میں نجات کا مدار ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس طرح کے سوالات کرنے والے دین کی ضروری معلومات سے بھی بے بہرہ ہوتے ہیں۔ نماز کے فرائض اور واجبات تک نہیں جانتے اور جو کچھ نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ وہ بھی غلط سلط پڑھتے ہیں اور ضروری

چیزوں میں مشغول ہونے کے بجائے فضول سوالات کو مشغلہ بنا دیتے ہیں شیطان ان کو یہ سمجھاتا ہے کہ ہم علم بڑھا رہے ہیں اور اس طرح سے وہ ان کو فرائض و واجبات کے سیکھنے میں لگنے سے دور رکھتا ہے۔ وفقنا اللہ وایاھم لمایحب ویرضی

اضاعتِ مال کی ممانعت:۔ حضور اقدس ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حلال مال اللہ جل شانہ کی نعمت ہے۔ اس مال کو فضول خرچی میں لگانا اور بے احتیاطی کے ساتھ ضائع کرنا اور محفوظ نہ کرنا سب ممنوع ہے۔ کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں نے کمایا میرا مال ہے میں جو چاہوں کروں، پھینکوں یا حفاظت سے رکھوں، یہ سب جہالت کی باتیں ہیں مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے وہی مال کا مالک ہے وہ مال والوں کا مالک ہے اپنی مخلوق اور مملوک چیز کے ضائع کرنے سے منع فرمانے کا اختیار ہے لہذا اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی مال ضائع کرنے کو منع فرمادیا۔

فضول خرچی کرنے والوں کے لئے ارشاد خداوندی ہے:۔ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِیۡنَتَکُمۡ عِنۡدَ کُلِّ مَسۡجِدٍ وَّ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا وَ لَا تُسۡرِفُوۡا ۚ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الۡمُسۡرِفِیۡنَ (سورہ اعراف ۷:۳۱)

ترجمہ: اے اولاد آدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ الۡمُبَذِّرِیۡنَ کَانُوۡۤا اِخۡوَانَ الشَّیٰطِیۡنِ ؕ وَ کَانَ الشَّیۡطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوۡرًا

(سورۃ الاسرآء ۱۷:۲۷)

ترجمہ: بے شک بے موقع (مال) اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ دیکھئے فضول مال اڑانے والوں کو شیطان کا بھائی بند بتایا ہے۔

……لوگوں کو معتقد بنانے کیلئے بات کہنے کے مختلف طریقوں کی مشق اور اس کا وبال……

وَعَنۡ اَبِیۡ هُرَیۡرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنۡهُ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مَنۡ تَعَلَّمَ صَرۡفَ الۡکَلَامِ لِیَسۡبِیَ بِهٖ قُلُوۡبَ الرِّجَالِ اَوِ النَّاسِ لَمۡ یَقۡبَلِ اللّٰهُ مِنۡهُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ صَرۡفًا وَّلَا عَدۡلًا (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بات کہنے کے مختلف انداز اس لئے سیکھے کہ اس کے ذریعہ لوگوں کے دلوں کو قید کرے (یعنی لوگوں کو اپنا معتقد اور قائل بنائے)۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے نہ فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۰ از ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو خطابت اور تقریر کا ڈھنگ اس لئے سیکھتے ہیں۔ اور تقریروں کی مشق اس لئے کرتے ہیں کہ لوگ ہماری جادو بیانی سے متاثر ہونگے اور ہماری خطابت اور تقریر کے معتقد ہوں گے ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شانہٗ ان کا کوئی نفل یا فرض قبول نہ فرمائے گا۔ (یہ صرفاً اور عدلاً کا ترجمہ ہے اور بعض شراح حدیث نے صرفاً سے توبہ اور عدلاً سے فدیہ یعنی جان کا بدلہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ معنی مراد لئے جائیں تو مطلب یہ ہوگا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ نہ اس کی جان کے عوض کوئی بدلہ قبول ہوگا۔ جان کا بدلہ تو کسی کا بھی قبول نہ ہوگا۔ البتہ ایسے شخص کے بارے میں خصوصیت سے اس کا اعلان فرمانے سے ان کے عمل اور نیت کی بہت زیادہ قباحت اور شناعت ذکر فرمانا مقصود ہے)۔

جو شخص لوگوں کو معتقد بنانے کی نیت سے خطابت کی مشق کرے اور مختلف طریقوں سے بات کہنے کی استعداد حاصل کرنے میں وقت خرچ کرے جب اس کے لئے اتنی بڑی وعید ہے۔ تو اس کا کیا ہوگا جو اس عمل کو سیکھ کر اپنی سحر بیانی اور آتش فشانی کو شہر بشہر لئے پھرتا ہو اور اس کی خواہش ہو کہ میری خطابت کا ڈنکا بجے اور لوگ مجھے بہت بڑا مقرر سمجھیں۔ اور آگے پیچھے میری تقریروں کی داد دیا کریں۔

حضرات مقررین اپنی نیتوں کا جائزہ لیں کہ کہیں اس ساری آمد و رفت خطابت اور تقریر سے اللہ کی رضا کے علاوہ کوئی دوسری چیز (یعنی اپنی تعریف و شہرت) تو مقصود نہیں ہے۔

بہت سے لوگوں کو اس بات سے دھوکہ ہو جاتا ہے کہ تقریروں سے عوام الناس کو نفع ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اپنے عمل کو سراپا خیر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ دوسروں کو نفع ہو جانا مقرر اور خطیب کے مخلص ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے جو صحیح بخاری میں مروی ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ" (بیشک اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کی تقویت کا کام فاجر شخص سے بھی لے لے گا)۔ اپنے حق میں تو اخلاص ہی مفید ہے خواہ دوسروں کو مقرر

کے غیر مخلص ہونے سے بھی فائدہ پہنچ جائے۔

اخلاص کی ضرورت: ۔مومن کے اعمال میں سب سے بڑی چیز اخلاص ہے اگر اخلاص نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ مقررین کرام کا یہ کوشش کرنا کہ اوّل تو جلسہ گاہ میں پہنچتے ہی یہ اعلان ہو کہ فلاں صاحب تشریف لے آئے ہیں پھر جب تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہونے لگیں تو اس سے پہلے پُر زور الفاظ اور بڑے بڑے القاب سے آپ کا تعارف کرایا جائے۔ تقریر کے دوران آپ اپنی شہرت بڑھانے کے لئے فرماتے رہیں کہ پروگراموں سے پوری ڈائری بھری ہوئی ہے۔ فلاں انجمن نے بلایا ہے۔ اور فلاں شہر سے دعوت نامہ آیا ہے۔ پھر تقریر کے ختم پر صدر جلسہ یا کوئی دوسرا شخص آپ کا شکریہ ادا کرے۔ پھر جب چلنے لگیں تو کرایہ کے بہانے خوب موٹی رقم کے منتظر رہیں۔ کمی ہو جائے تو ڈانٹ پلا دیں یہ سب امور طالب آخرت کے اخلاص اور عمل سے بالکل جوڑ نہیں کھاتے، مخلص آدمی داد نہیں چاہتا۔ اپنی تعریف کی خواہش نہیں رکھتا۔ تقریر کا انداز سمجھانے کا رکھتا ہے اس کے سامنے سننے والوں کی اخروی خیر خواہی مدنظر ہوتی ہے۔ وہ لوگوں کو خوش کرنے کے لئے تقریر کا رخ اختیار نہیں کرتا۔ لوگوں کے کانوں کی عیاشی کا تقاضہ کیا ہے وہ ادھر نہیں دیکھتا بلکہ وہ ان کو دینی ضرورت کی چیز بتاتا ہے آخرت کے کاموں پر ابھارتا ہے اگر کسی ایسی جگہ دینی بات کہنے کے لئے جانا ہو جہاں کی آمد و رفت کا کرایہ اپنی جیب سے ادا نہیں کر سکتا تو بدرجۂ مجبوری کرایہ بھی لے لیا۔ اور اصول شریعت کے مطابق کسی نے کچھ ہدیہ دیا جو بغیر اشراف نفس کے ہو تو وہ بھی قبول کر لیا۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے لیکن ہدیہ کا امیدوار رہنا بالکل نہ ملے یا کم ملے تو رنجیدہ ہونا۔ اور منتظمین مدرسہ سے لڑ پڑنا۔ آخرت کے طلبگاروں کا کام نہیں یہ اہل دنیا کے طور و طریق ہیں بہرحال اور ہر مقام میں صرف اللہ کی رضا پیش نظر رہے اہل حق کا یہی طریقہ ہے۔

......بے عمل واعظوں اور مقرروں کی سزا......

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ بِقَوْمٍ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ فَقُلْتُ يَا جِبْرَئِيْلُ مَنْ هٰٓؤُلَآءِ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ خُطَبَآءُ اُمَّتِكَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ۔

(رواہ الترمذی وقال ہٰذا حدیث غریب)

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں

معراج کی رات میں ایسے لوگوں پر گزرا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے میں نے دریافت کیا کہ اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انہوں نے کہا کہ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو وہ باتیں کہتے ہیں جن پر عمل نہیں کرتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۰ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث پاک میں ان واعظوں اور مقرروں کی سزا بتائی گئی ہے جو وعظ اور تقریر کے ذریعہ مجلسیں گرم کرتے ہیں۔ لیکن جو احکام سناتے ہیں ان پر خود عمل نہیں کرتے۔ سزا بھی بہت سخت ہے۔ قینچی سے ہونٹ کاٹا جانا کتنی بڑی سزا ہے۔ پھر جب کہ قینچیاں آگ کی ہوں تو اس سزا اور عذاب کا کیا ٹھکانہ ہوگا؟ واعظ اور مقرر اپنے واعظ میں جہاں دوسروں کو خطاب کرتے ہیں وہاں ان پر لازم ہے کہ اپنے نفسوں کو بھی مخاطب سمجھیں اور جو احکام بتائیں ان پر خود بھی عمل کریں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (سورۃ بقرہ ۲۰: ۴۴)

ترجمہ: کیا کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور بھول جاتے ہو اپنے نفسوں کو حالانکہ تم تلاوت کرتے رہتے ہو کتاب کی تو کیا پھر تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

واعظین اور مقررین اپنے قول اور فعل کا جائزہ لیں اور غور کریں کہ قول کے مطابق عمل ہے یا نہیں اگر نہ ہو تو فکر کریں۔

...... جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے اس کو دوسروں سے بیان کردے ......

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو سنے اسے آگے بیان کردے (مشکوٰۃ المصابیح ۴۲۸ از مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک میں ایک اہم مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کو نکمے بے تکے آدمیوں سے باتیں سننے اور خبریں معلوم کرنے کا مرض ہوتا ہے پھر جو کچھ سنتے ہیں اسے دوسروں سے بھی بغیر کسی جھجک کے بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ جن لوگوں سے باتیں

سنتے ہیں۔اوّل تو ان میں بھی خدا کا خوف اور تقویٰ نہیں ہوتا۔وہ خود بھی خبریں گھڑتے ہیں۔اور دوسرے اشخاص جن سے انہوں نے سنی ہوں وہ بھی بے احتیاط اور خود خبریں بنانے والے اور جھوٹ کو آگے بڑھانے والے ہوتے ہیں۔اس لئے جس شخص کی یہ عادت ہو کہ جو بھی کوئی بات سنے اسے آگے بڑھادے اس کے جھوٹا ہونے میں کوئی شک نہیں جھوٹ سنتا ہے جھوٹ آگے بڑھاتا ہے، پھر وہ آگے پھیلتا ہے،جن لوگوں میں تقویٰ پرہیز گاری نہیں ہے ان کا تو ذکر ہی کیا ۔بہت سے دینداری کے دعویدار بھی اس میں مبتلا ہیں اور وہ یہ کہہ کر اپنے کو سچا سمجھ لیتے ہیں کہ ''الا بلا برگردن راوی'' حالانکہ جھوٹے راوی سے بات سن کر آگے بیان کرنا خود جھوٹ کو بڑھانا ہے۔سیاسی جماعتوں کے دفتروں میں جھوٹی خبریں ڈھلتی ہیں اور جس کا اخبار فروخت نہ ہوتا ہو وہ حیرت انگیز اور وحشت ناک خبریں اپنے کمرے میں بیٹھ کر گھڑتا ہے اور موٹی سرخیوں سے چھاپتا ہے۔ان خبروں میں مشہور لیڈروں پر تہمتیں بھی ہوتی ہیں۔اور جس سے پرخاش ہوجائے اس پر ناکردہ گناہ بھی تھوپے جاتے ہیں پھر ان چیزوں کو پڑھنے والے آگے بڑھاتے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں ان کے بعد وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے پھر انکے بعد وہ بہتر ہوں گے جو ان کے بعد ہوں گے۔انکے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔(لوگ جھوٹ بولا کریں گے۔اور جھوٹی گواہی میں اس قدر بے باک ہوں گے کہ) گواہی طلب کئے بغیر گواہی دیں گے اور قسم کھائے بغیر قسم کھالیں گے۔(ترمذی ابواب الشہادات)

سورۃ نسآء کی ایک آیت میں خبریں اُڑانے والوں کو تنبیہ:۔ قرآن مجید میں خبریں پھیلانے والوں کے بارے میں ارشاد ہے:وَاِذَا جَآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ بیان القرآن میں اس آیت کا ترجمہ اور تفسیر بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔اور جب ان لوگوں کو کسی امر (جدید) کی خبر پہنچتی ہے خواہ (وہ امر موجب) امن ہو یا (موجب) خوف (مثلاً کوئی لشکر مسلمانوں کا کسی جگہ جہاد کے لئے گیا۔اور ان کے غالب ہونے کی خبر آئی ہے یہ امن کی خبر ہوئی یا ان کے مغلوب ہونے کی خبر آئی یہ خوف کی خبر ہے)۔تو اس (خبر) کو (فوراً) مشہور کردیتے ہیں۔(حالانکہ بعض اوقات وہ غلط نکلتی ہے اور اگر صحیح بھی ہوئی تب بھی بعض اوقات اس کا مشہور کرنا خلاف مصلحت انتظامیہ ہوتا

ہے۔ اور اگر (بجائے خود مشہور کرنے کے) یہ لوگ اس (خبر) کو رسول اللہ ﷺ کے اور جو (حضرات اکابر صحابہ) ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں۔ ان کی (رائے کے) اوپر حوالہ رکھتے (اور خود کچھ نہ دخل دیتے) تو اس (خبر کی صحت و غلط اور قابل تشہیر ہونے نہ ہونے) کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے جو ان میں اس کی تحقیق کرلیا کرتے ہیں (جیسا ہمیشہ پہچان ہی لیتے ہیں پھر جیسا حضرات عمل درآمد کرتے ویسا ہی ان خبر اڑانے والوں کو کرنا چاہیے تھا۔ ان کو دخل دینے کی کیا ضرورت ہوئی اور نہ دخل دیتے تو کونسا کام اٹک رہا تھا۔

مفسر ابن کثیر کا ارشاد: تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے بارے میں لکھا ہے کہ **انکار علیٰ من بادر الی الامور قبل تحققها ويخبر بها وينشرها وقد لا يكون لها صحة.** (یعنی اس آیت میں ان لوگوں کے طرزِ عمل پر نکیر اور تردید ہے جو باتوں کو ثبوت سے پہلے لے آتے ہیں۔ اور جلدی سے لپک کر ان کو پھیلانے لگتے ہیں حالانکہ بسا مرتبہ وہ صحیح (بھی) نہیں ہوتی ہیں)۔

سورۃ نور میں تنبیہ: حضرت عائشہؓ پر منافقوں نے تہمت لگادی تھی۔ اور ان کی سنی سنائی باتوں سے متاثر ہو کر صحابہ میں سے ایک عورت اور دو مرد متاثر ہو گئے تھے۔ اس کا قصہ طویل ہے۔ جو صحیح بخاری میں مفصل مروی ہے۔ قرآن مجید میں حضرت عائشہ کی برأت نازل ہوئی جو سورۃ نور کے دوسرے رکوع میں مذکور ہے اس رکوع میں کئی طرح سے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ:۔ جب کہ تم اس کو اپنی زبانوں سے نقل در نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے جس کی تم کو مطلق خبر نہیں اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات تھی اور تم نے جب اس کو سنا تھا تو یوں کیوں نہ کہا کہ ہم کو زیبا نہیں دیتا کہ ایسی بات منہ سے بھی نکالیں معاذ اللہ یہ تو بڑا بہتان ہے، اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

ان آیات میں واضح طور پر اس کی ممانعت فرمائی کہ بے تحقیق نقل در نقل کسی جھوٹ

بات کو بیان کرتے چلے جائیں۔ اور تنبیہ فرماتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی تہمت کی بات کسی کے بارے میں سنو اور اس پر گواہ شرعی نہ ہوں تو بجائے آگے بڑھانے کے یہ کہو کہ ہم اس بات کو اپنے منہ سے نہیں نکال سکتے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت فرماتا ہے کہ پھر تم ایسی حرکت نہ کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ بہت سے لوگ "الا بلا بر گردنِ راوی" کہہ کر کسی تہمت کو آگے بڑھاتے ہیں یا کسی بھی جھوٹی بات کو روایت کرتے ہیں بہت سخت گنہگار ہیں۔

سورۃ حجرات میں نصیحت:۔ سورۃ حجرات میں ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ

ترجمہ: اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے تو خوب تحقیق کر لیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچا دو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔

تفسیر ابن کثیر بحوالہ تفسیر ابن جریر ام المؤمنین حضرت ام سلمہ کا بیان نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو قبیلہ بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا وہ ان کے علاقہ میں پہنچے تو ان لوگوں کو خبر لگی اور حضور اقدس ﷺ کے قاصد کا استقبال کرنے کے لئے نکلے یہ صاحب جو قاصد بن کر گئے تھے ان کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں یہ واپس ہوئے اور حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ ان لوگوں نے مجھے زکوٰۃ کے اموال دینے سے منع کر دیا یہ بات سن کر حضور اقدس ﷺ کو اور مسلمانوں کو غصہ آیا (اور ان سے جہاد کرنے کے لئے لشکر بھیجنے کا خیال آنے لگا کما فی روایۃ اخریٰ)۔ ادھر قبیلہ بنی المصطلق کو خبر پہنچ گئی کہ حضور اقدس ﷺ کا قاصد آیا تھا وہ واپس چلا گیا۔ یہ لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نماز ظہر پڑھ کر صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں، اللہ کی ناراضگی سے اور اللہ کے رسول کی ناراضگی سے، آپ نے زکوٰۃ کے اموال وصول کرنے کے لئے ہماری طرف ایک شخص کو بھیجا تھا ہمیں اس سے خوشی ہوئی۔ اور ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں پھر آپ کا قاصد راستہ سے لوٹ آیا ہم اس بات سے ڈر گئے کہ یہ چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غصہ کا سبب نہ بن جائے (اس لئے حاضر خدمت ہوئے ہیں) یہ لوگ برابر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عرض معروض کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت بلال ؓ آئے اور انہوں نے عصر کی آذان دی اور اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

تھا تو یہ وقتی واقعہ لیکن اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کو خطاب فرما کر ایک عمومی نصیحت

فرماوی اور ارشاد فرمایا کہ جب کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اس کی بات سن کر کسی طرح کا کوئی ردِعمل شروع نہ کر دینا پہلے بات کی اچھی طرح تحقیق کر لو صحیح صورت حال سے نا واقف ہوتے ہوئے کسی قوم کو تکلیف پہنچا دو پھر بعد میں شرمندگی اٹھاؤ۔ معلوم ہوا کہ ہر خبر دینے والے کی خبر سچی نہ سمجھا کریں۔ جن لوگوں میں دین پر عمل کرنے کی پاسداری نہ ہو ان کی خبر کو سننا اور اس پر عمل کرنا اور ان کی خبر کو آگے بڑھانا کسی طرح درست نہیں۔

اس زمانہ میں جھوٹ پوری طرح عام ہو چکا ہے۔ دروغ بے فروغ کی کثرت ہے طرح طرح کی خبروں کی بہتات ہے ایسی افواہیں پھیلتی ہیں اور ایسی متضاد خبریں پہنچتی ہیں کہ صحیح بات کا کوئی سراغ نہیں ملتا۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ (ایسا زمانہ آئے گا جس میں شیطان آدمی کی صورت میں لوگوں کے سامنے آ کر جھوٹی باتیں کرے گا۔ اس کی باتیں سن کر لوگ ادھر ادھر چلے جائیں گے ان میں سے بعض آدمی کہیں گے کہ میں نے ایک شخص سے ایسا سنا ہے اس کا چہرہ تو پہچانتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ اس کا نام کیا ہے۔ (مسلم)

آج ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں۔ خبریں مشہور ہو جاتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں پھیل جاتی ہیں لیکن اس بات کا سرا نہیں پکڑا جاتا کہ یہ بات کہاں سے چلی اور کیسے چلی اور اس میں سچ اور جھوٹ کتنا ہے۔ موجودہ دور میں خبروں سے دلچسپی لینے اور ان کو آگے بڑھانے سے پرہیز کرنا اور ایسی چیزوں سے خاموشی اختیار کرنا ازبس ضروری ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں بڑے بڑے دجال (یعنی فریبی) اور بڑے بڑے جھوٹے تمہارے پاس آئیں گے وہ تم کو ایسی ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے باپ داداؤں نے پس تم اپنے کو اس سے بچاؤ وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بِئْسَ مَطِيَّةُ الرَّجُلِ زَعَمُوْا (اخرجہ ابوداؤد باب فی الرجل زعموا ص ۳۲۳ ج ۲)

یعنی زَعَمُوْا انسان کی بری سواری ہے۔ زعموا کا معنی ہے کہ ''لوگوں نے ایسا بیان کیا ہے'' مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے سر رکھ کر بات بیان کرنا اور کسی امر کی خبر دینا درست نہیں جو کچھ کسی سے سنو تحقیق کر لو اگر بات صحیح ثابت ہو اور اس کا آگے بڑھانا درست اور مناسب ہو تو

دوسروں سے بیان کرو اگر تحقیق نہ ہو سکے تو خاموش رہو۔ لوگوں کی خبر اور عمومی افواہ پر اعتماد کر کے اور یہ سمجھ کر کے کہ "جھوٹ سچ کو بیان کرنے والے جانیں ہم نے تو سنی ہوئی بات کہی ہے۔ بات کو آگے نہ بڑھاؤ، دوسروں کے کاندھے پر بندوق نہ رکھو اپنی تحقیق کے بعد کچھ کہو۔

برزخ کے چند عذابوں کا ذکر:۔ بخاری شریف میں ایک طویل روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کا ایک خواب روایت کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ دو شخص میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ کو ایک مقدس زمین کی طرف لے چلے، دیکھتا کیا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا ہے اور اسکے ہاتھ میں لوہے کا زنبور ہے وہ اس میں بیٹھے ہوئے شخص کے کلّے کو اس سے چیر رہا ہے یہاں تک گدی تک جا پہنچتا ہے پھر دوسرے کلّے کیساتھ بھی یہی معاملہ کرتا ہے اور پہلا کلہ اس کا درست ہو جاتا ہے وہ پھر اس پہلے کے ساتھ ایسا ہی کرتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات ہے وہ دونوں شخص بولے آگے چلو، ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جو گدی کے بل لیٹا ہوا ہے اور اس کے سر پر ایک شخص بھاری پتھر لئے کھڑا ہے۔ یہ کھڑا ہوا شخص اس پتھر سے اس لیٹے ہوئے شخص کا سر نہایت زور سے پھوڑتا ہے۔ جب وہ پتھر اس کے سر پر دے مارتا ہے تو پتھر لڑھک کر دور جا کرتا ہے۔ جب وہ اٹھانے کیلئے جاتا ہے تو ابھی تک لوٹ کر اس کے پاس آنے نہیں پاتا کہ اس کا سر جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کو اسی طرح پھوڑتا ہے میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے آگے چلو، یہاں تک کہ ایک غار پر پہنچے جو مثل تنور کے تھا۔ جو اوپر سے تنگ تھا نیچے سے فراخ تھا۔ اس میں آگ جل رہی تھی اور اس میں بہت سے ننگے مرد اور عورتیں بھرے ہوئے تھے۔ جس وقت وہ آگ اوپر کو اٹھتی تو اس کے ساتھ وہ سب اوپر کو اُٹھ آتے تھے یہاں تک کہ قریب نکلنے کے ہو جاتے پھر جس وقت آگ (نیچے کو) بیٹھتی تو وہ بھی سب نیچے چلے جاتے، میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے آگے چلو، یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے، اس کے بیچ میں ایک شخص کھڑا ہے اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ وہ نہر کے اندر والا شخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے۔ جس وقت وہ نکلنا چاہتا ہے یہ کنارے والا شخص اسکے منہ پر پتھر اس زور سے مارتا ہے کہ وہ پھر اپنی پہلی جگہ پر جا پہنچتا ہے پھر جب بھی وہ نکلنا چاہتا ہے وہ شخص اسی طرح پتھر مار کر اسے ہٹا دیتا ہے۔ اور وہ وہیں پہنچ جاتا ہے جہاں پہلے تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ دونوں بولے آگے چلو، ہم آگے چلے یہاں تک کہ ایک دوسرے

بھرے باغ میں پہنچے اس میں ایک بڑا درخت ہے اور اس کے نیچے ایک بوڑھا آدمی ہے اور بچے ہیں اس درخت کے قریب ایک اور شخص بیٹھا ہوا ہے اور اس کے سامنے آگ جل رہی ہے جسے وہ ڈھونڈ رہا ہے۔ پھر وہ دونوں مجھ کو چڑھا کر درخت کے اوپر لے گئے وہاں ایک گھر درخت کے بیچ میں نہایت عمدہ تھا۔ اس میں مجھ کو داخل کر دیا میں نے اس گھر سے اچھا گھر کبھی نہیں دیکھا اس میں بہت سے مرد، بوڑھے جوان، عورتیں، اور بچے تھے پھر اس سے باہر لا کر اور اوپر لے گئے وہاں ایک گھر پہلے گھر سے بھی عمدہ تھا۔ اس میں لے گئے اس میں بوڑھے اور جوان تھے میں نے ان دونوں شخصوں سے کہا کہ تم نے مجھ کو تمام رات پھرایا۔ اب بتاؤ کہ جو کچھ میں نے دیکھا یہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا وہ شخص جو تم نے دیکھا تھا جس کے کلّے چیرے جارہے تھے وہ بہت جھوٹ والا شخص تھا وہ جھوٹی باتیں بیان کر دیتا تھا جو اس سے نقل ہو کر آگے بڑھتی تھیں۔ اور دور دور تک ہر طرف پہنچ جاتی تھیں اس کے ساتھ قیامت تک یونہی معاملہ کرتے رہیں گے۔ اور جس کا سر پھوڑتے ہوئے دیکھا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سوتا رہا اور دن کو اس پر عمل نہ کیا۔ قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اور جن کو تم نے آگ کے غار میں دیکھا وہ زنا کرنے والے لوگ ہیں اور جس کو خون کی نہر میں دیکھا وہ سود کھانے والا ہے اور درخت کے نیچے جو بوڑھے شخص تھے وہ حضرت ابراہیمؑ تھے اور ان کے اردگرد جو بچے تھے وہ لوگوں کی نابالغ اولاد ہے۔ اور جو آگ دھونک رہا تھا وہ مالک داروغہ دوزخ ہے۔ اور پہلا گھر جس میں داخل ہوئے وہ عام مسلمانوں کا ہے۔ اور دوسرا گھر شہیدوں کا ہے اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں۔ پھر بولے سر اوپر اٹھاؤ میں نے سر اوپر اٹھایا تو میرے اوپر ایک سفید بادل نظر آیا بولے کہ یہ تمہارا گھر ہے۔ میں نے کہا مجھے چھوڑ دو میں اپنے گھر میں داخل ہو جاؤں بولے ابھی تمہاری عمر باقی ہے پوری نہیں ہوئی اگر پوری ہو چکی ہوتی تو ابھی چلے جاتے۔ (مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الرؤیا)

اس خواب میں حضور اقدس ﷺ کو برزخ کے چند عذاب دکھائے گئے ہیں۔ مختلف اعمال کی سزائیں مختلف عذاب آپ نے دیکھے۔ حضرت انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب سچا ہوتا ہے۔ ان باتوں کے صحیح اور واقعی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جو شخص جھوٹی باتیں بیان کرنے والا تھا جس کی جھوٹی باتیں مشہور ہو جاتی تھیں اس کی سزا یہ دکھائی گئی کہ اس کے دونوں کلّے زنبور سے چیرے جارہے ہیں۔ ایک کلّہ چیر کر دوسرا کلّہ چیرا جاتا ہے تو پہلا کلّہ درست ہو جاتا ہے۔ پھر

پہلے گلے کو چیرا جاتا ہے۔قیامت تک اس کے ساتھ برابر یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔جھوٹ کی برزخی سزا کتنی سخت ہے؟اور یہ برزخی سزا ہے۔روز قیامت کا معاملہ اس کے علاوہ ہے۔اعاذنا اللہ من سائر انواع العذاب

حدیث نبویؐ کے بارے میں جھوٹ بولنے کی مذمت

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عَنْھُما قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم اِتَّقُو االْحدِیْث عَنِّیْ اِلَّاما عَلِمْتُمْ فَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدً افَلْیَتَبَوَّ امقْعدَہٗ مِنَ النَّارِ ط(رواہ الترمذی)

ترجمہ:حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے بات بیان کرنے سے بچو مگر (ہاں) جو صحیح ہو (اسے بیان کردو) پس جس نے مجھ پر قصداً جھوٹ باندھا اسے چاہیے کہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنالیوے۔(مشکوۃ المصابیح ۳۵ از ترمذی)

تشریح:روایت حدیث میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔حضور اقدس ﷺ نے جو نہ فرمایا ہو اس کے متعلق یوں کہنا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا،سخت ترین گناہ ہے،اس حدیث پاک میں اسی پر تنبیہ فرمائی ہے۔اور چونکہ یہ بھی آفات زبان میں سے ہے جس میں واعظ اور مقرر تک مبتلا ہیں اس حدیث کو ہم نے اس رسالہ کا جزو بنایا ہے۔اگر لوگوں میں مشہور ہو کہ فلاں بات حدیث ہے اور محقق عالم یا معتبر و مستند کتاب کے ذریعہ اس کے حدیث ہونے کا یقین نہ ہو تو ہرگز حدیث کہہ کر بیان کرنا جائز نہیں ہے غیر حدیث بتا کر بیان کرنے والا اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالیوے یعنی دوزخ میں جانے کے لئے تیار رہے،مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دوزخ میں جائے گا۔حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ اُنھوں نے اپنے والد جناب زبیر بن عوامؓ سے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں آپ رسول اکرم ﷺ سے حدیث بیان نہیں کرتے جس طرح ابن مسعود اور فلاں فلاں (اصحابؓ) روایت فرماتے ہیں یہ سُن کر حضرت زبیر بن عوامؓ نے فرمایا۔ **اما انی لم افرقہ منذ اسلمت ولکنی سمعتہ کلمۃ یقول من کذب علی متعمّد افلیتبو امقعدہٗ من النار۔** خبردار!(یہ بات نہیں ہے کہ میں نے حدیثیں سنی نہ ہوں میں نے حدیثیں سنی ہیں) جب سے میں مسلمان ہوا آنحضرت محمد ﷺ سے جدا نہیں ہوا،لیکن (حدیث کی روایت نہ کرنا احتیاط کی وجہ سے اور غلط بیان ہو جانے کے خوف سے ہے) میں نے آنحضرت

محمد ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔ (سنن ابن ماجہ)

حدیث من کذب علی متعمداً کے راوی حضرت صحابہ میں سوسے بھی زیادہ ہیں۔ ان حضرات میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں اور اس حدیث میں جو وعید آئی ہے اس کی وجہ سے بہت صحابہؓ اور تابعین روایات حدیث میں بہت احتیاط برتتے تھے اور روایت کر کے اس قسم کے الفاظ کہتے تھے او نحو ھذا او شبہ ھذا (یعنی آنحضرت محمد ﷺ نے ایسا فرمایا، اس جیسا فرمایا)۔ یہ اس ڈر سے بڑھاتے تھے کہ شاید کچھ بھول چوک یا کمی زیادتی الفاظ میں ہوگئی ہو

حضرات خلفائے راشدین اور بڑی فضیلتوں والے صحابۂ کرامؓ خصوصیت کیساتھ حدیث کی روایت کرنے سے بچتے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص جنت کی خوشبو نہ سونگھیں گے۔ (۱) جس نے اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا باپ بنایا۔ (۲) جس نے اپنے نبی ﷺ پر جھوٹ بولا۔ (۳) جس نے اپنی آنکھوں پر تہمت رکھی (یعنی جھوٹا خواب بیان کیا)۔[۲] اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "من یقول علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار" جس نے میرے ذمہ وہ بات لگائی جو میں نے نہیں کہی اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالیوے (سنن ابن ماجہ)

جھوٹ بولنا یوں بھی گناہ کبیرہ ہے پھر کسی کے ذمہ بات لگانا کہ اس نے یوں کہا ہے (حالانکہ وہ اس کے کہنے سے بری ہے) اس سے اور زیادہ گناہگاری میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ باندھنا یہ تو گناہ در گناہ ہے۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا دوسرے شخصوں پر جھوٹ باندھنے سے زیادہ سخت جرم ہے اور اس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں بہت بدترین ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ سے شریعت بنتی ہے جس نے آپ پر جھوٹ باندھا اس نے اللہ کے ذمہ جھوٹ لگایا، اور شریعت اپنی طرف سے تجویز کر کے امت مسلمہ کو گمراہ کرنے والا بنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کذبا علی لیس ککذب علی احد فمن کذب علی متعمد افلیتبو أ مقعدہ من النار یعنی مجھ پر جھوٹ بولنا دوسرے اشخاص پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے (بلکہ اس کی حرمت

---

[۱] وقال بعضھم رواہ ماتان من الصحابۃ ثم لم یزل فی ازدیاد ۱۲ شرح النووی علی صحیح مسلم [۲] مقدمہ موضوعات کبیر از ملا علی قاری ۱۲

بہت زیادہ ہے) پس جو شخص قصداً جھوٹ بولے وہ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنائے (مسلم)

واعظوں اور مقرروں کی بے احتیاطی:۔ اس زمانہ میں جہاں دوسری آفتیں اور مصیبتیں دین اور علم دین کے لئے کھڑی ہوگئی ہیں، وہاں یہ بھی ایک بھاری مصیبت درپیش ہے کہ بے علم لوگ وعظ وتقریر اور تصنیف وتالیف کے ذریعہ مسائل وفضائل پھیلاتے ہیں۔ اردو کی غیر معتبر کتابیں یا تصوف وتاریخ کے مضامین دیکھ کر حدیثیں بیان کرتے پھرتے ہیں۔ جہاں کوئی حکمت وموعظمت کی بات عربی میں نظر پڑی اس کو حدیث بنا کر پیش کردیا، اور کسی کتاب یا مضمون کا جزو بنادیا اس غیر محتاط طریقے کی وجہ سے بہت سی باتیں اور عبارتیں حدیث کے نام سے مشہور ہوگئی ہیں، نہ ہر صحیح بات حدیث ہوتی ہے نہ عربی میں حکمت وموعظمت کا ہونا حدیث ہونے کی دلیل ہے۔ "فلیس کل ماھو حق حدیثا بل عکسہ" بہت سے لوگ فضائل اعمال کی حدیثیں سناتے ہیں، یا فرائض چھوڑنے اور حرام کاموں کے کرنے پر وعیدیں بیان کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں بڑے بڑے ثواب یا عذاب بتاتے ہیں، اور خود تجویز کرکے رسول اکرم ﷺ کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کردیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں۔ یہ لوگ سراسر اپنی آخرت تباہ کرتے ہیں، حدیث گھڑ کر ثواب وعذاب بتانا اور کسی کو نیکی پر لگانا گناہ سے بازرکھنا اور خود دوزخ میں چلا جانا بڑی حماقت ہے۔

علامہ نوویؒ کا ارشاد:۔ علامہ نوویؒ شرح صحیح مسلم (ص ۸ ج ۱) میں فرماتے ہیں کہ

"ثم انہ لا فرق فی تحریم الکذب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بین ماکان فی الاحکام و مالا حکم فیہ کالترغیب والترھیب والمواعظ و غیر ذلک فکلہ حرام من اکبر الکبائر واقبح القبائح باجماع المسلمین الذین یعتدبھم فی الاجماع"

یعنی حضور اقدس ﷺ پر جھوٹ باندھنا خواہ احکام میں ہو خواہ غیر احکام میں مثلاً ترغیب وترہیب اور وعظ وغیرہ میں اس کی حرمت میں کوئی فرق نہیں (ان سب میں غیر حدیث کو حدیث کہہ کہ بیان کرنا) بہر حال حرام ہے اور کبیرہ گناہوں سے بھی بڑا گناہ ہے۔ اور بدترین برائی ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع یعنی اتفاق ہے۔

جاہل مصنفین کا طریقہ:۔ آج کل جاہل سے جاہل آدمی بھی دینیات کی کتابیں لکھنے لگے ہیں اور سنی سنائی باتوں اور بنائی ہوئی دعاؤں کی حضور اقدس ﷺ کی حدیث بتادیتے ہیں اور

فضائل کی روایتیں جو جاہل واعظوں نے گھڑی ہیں ان کو لکھ کر کتابوں کے صفحات اور اپنے اعمال نامے سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں تحریر و تقریر میں اعلانِ حق اور صحیح مسلک بیان کرنے سے زیادہ اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو پسند آئے جس سے داد بھی ملے اور عطیہ بھی، اور کتاب بھی خوب فروخت ہو، یہ مقصد صحیح روایات سے پورا نہیں ہوتا تو لامحالہ عوام کے ذوق کا خیال رکھ کر غلط مسائل و فضائل اور خود ساختہ و تراشیدہ حدیثوں سے کام چلاتے ہیں۔ ان نام نہاد دینداروں کا یہ حال ہے کہ حدیثیں گھڑنے اور بے سند جھوٹی حدیثیں بیان کرنے میں ذرا نہیں جھجکتے ایسے ایک واعظ ایک مدرسہ کے جلسہ میں تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے اپنی ڈائری میں لکھی ہوئی بعض روایات احقر کو سنائیں میں نے کہا کہ یہ موضوع حدیثیں ہیں۔ ان کو بیان نہ کریں اس پر بر ملا کہنے لگے کہ ان کے بیان کرنے سے چندہ ہوتا ہے۔ صحیح روایات میں ایسی فضیلتیں مذکور نہیں ہیں۔ ان کو سن کو لوگ زیادہ چندہ نہیں دیتے۔ تو گویا چندہ اور مدرسہ مقصود ہو گیا۔ اللہ کی رضا مقصود نہ رہی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایک بدعتی کی جسارت:۔ احقر نے ایک مرتبہ عیدالاضحیٰ کی نماز کے موقع پر حاضرین کو بتایا کہ عیدین کا مصافحہ بدعت ہے۔ اس پر عوام ناراض تو ہوئے۔ بدعتی نیم مُلّا بھی برہم ہو گئے چونکہ عوام سے غرضیں اٹکی ہوئی ہیں اس لئے جھوٹی حدیثیں بیان کر کے عوام کو خوش رکھنے کی عادت ہو گئی ہے، ایک بدعتی نے یہ غضب کیا کہ ایک شخص کے ذریعے عید کے دن مصافحہ کرنے کی حدیث اردو میں گھڑ کر مشکوۃ شریف کے حوالہ سے میرے پاس بھیجی۔ جب میں نے اس شخص کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ اس حدیث کی عربی عبارت لکھ کر بھیجو تب لاجواب ہوئے۔

وَعَنْ سَمُرَةَ بِنْ جُنْدَب وَالْمُغِيْرَةِ بْن شُعْبَة رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُمَا قَالاَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ بِحَدِيْث يُرىٰ اَنَّهٗ كَذِب" فَهُوَ اَحَدُ الْكَاذِبِيْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت سمرۃ بن جندب اور مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری نسبت کر کے کوئی بات بیان کی جسے وہ جھوٹ سمجھ رہا ہے تو وہ جھوٹوں کا ایک جھوٹا ہے (مشکوۃ المصابیح ۳۲ از مسلم)

تشریح: جس بات کے متعلق یہ شک ہو کہ حدیث نبوی ﷺ ہے یا نہیں اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا یہ جھوٹ بولنا ہی ہے۔ اور جس کے بارے میں یقین ہو کہ حدیث نبوی ﷺ نہیں

ہے۔اس کو حدیث کہہ کر بیان کرنا تو بہت ہی بڑی جسارت ہے اور گناہ عظیم ہے۔ چلتے پھرتے واعظوں سے سن کر یا مولوی نما جاہل مصنفوں کی غیر معتبر کتابوں میں دیکھ کر خواہ حدیث سمجھ لینے اور پھر اس کو دوسروں تک حدیث کہہ کر بیان کرنے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔

حافظ عراقیؒ کا ارشاد:۔ ملا علی قاریؒ موضوعات کبیر کے مقدمہ میں حافظ زین الدین عراقیؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ثم انهم ۔(یعنی القصاص) ینقلون حدیثه ﷺ من غیر معرفة الصحیح والسقیم وان اتفق انه نقل حدیثا صحیحا کان الماثم ذلک لانه ینقل مالا علم به"

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اپنے وعظوں میں واعظین حدیث کی صحت اور غیر صحت کے جانے بغیر نقل کرتے ہیں۔اس قسم کے آدمی سے اگر کوئی صحیح حدیث اتفاقاً بیان بھی ہوگئی تب بھی گنہگار ہوگا۔ کیونکہ اس نے وہ چیز بیان کی جس کے متعلق صحیح اور غیر صحیح کا علم نہ تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی احتیاط:۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی قوت حافظہ مشہور ہے۔تمام صحابہ کرام سے زیادہ قوی الحفظ تھے۔ان کو اپنے حافظہ پر بڑا ناز تھا۔اس کے باوجود ذرا سا شبہ ہوتا تو حدیث بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی کہ (قیامت کے دن) دوبارہ جو صور پھونکا جائے گا۔ان دونوں کے درمیان چالیس کا فاصلہ ہوگا۔حاضرین نے دریافت کیا کہ اے ابو ہریرہ (کیا چالیس؟)۔آیا چالیس دن؟ جواب دیا میں نہیں کہہ سکتا۔عرض کیا تو چالیس مہینے؟ فرمایا میں نہیں کہہ سکتا پھر دریافت کیا کہ آیا چالیس سال؟ جواب دیا کہ میں نہیں کہہ سکتا سبحان اللہ سب سے بڑے حافظ و محدث کی یہ احتیاط ہے۔

علامہ نوویؒ حدیث بالا کے ذیل میں لکھتے ہیں: ۔ فیه تغلیظ الکذب والتعرض له وان من غلب علیٰ ظنه انه کذب مایرویه فرواه کان کاذبا و کیف لا یکون کاذبا و هو مخبر بمالم یکن (یعنی اس حدیث میں جھوٹ کا سخت حرام ہونا بیان کیا گیا ہے۔ یہ روایت کرنے والا جھوٹا ہوگا۔اور کیونکر جھوٹا نہ ہوگا۔جبکہ وہ ایسی چیز کی خبر دے رہا ہے جو حقیقت میں نہیں ہے)۔

......جھوٹ کا وبال اور فرشتوں کو اس سے نفرت......

وَعَنْ اِبْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَذَبَ الْعَبْدُ تَبَاعَدَ عَنْهُ الْمَلَكُ مِيْلًا مِنْ نَتْنِ مَاجَآءَ بِهٖ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتہ اس کی بات کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلا جاتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ۴۱۳ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے جھوٹ کی سخت مذمت معلوم ہوئی اور پتہ چلا کہ فرشتوں کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت ہے اور ان کو جھوٹ سے بھی گھن آئی ہے کہ جوں ہی کسی کے منہ سے جھوٹ نکلتا ہے فرشتہ وہاں سے چل دیتا ہے۔ اور ایک میل تک چلا جاتا ہے، واضح رہے کہ اس سے اعمال لکھنے والے فرشتوں کے علاوہ دوسرے فرشتے مراد ہیں۔ ناگواری اور نفرت تو سبھی فرشتوں کو ہوتی ہے لیکن جو فرشتے اعمال لکھنے پر مامور ہیں وہ مجبوراً ناگواری کو برداشت کرتے ہیں۔ اللہ کی پیاری مخلوق کو تکلیف پہنچانا کتنا برا عمل ہے اس کو خود سمجھ لیں اور اوپر سے جو جھوٹ کا گناہ ہے وہ اس کے علاوہ ہے۔

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم سچ کو لازم پکڑو کیونکہ سچ نیکی کی راہ دکھاتا ہے۔ اور نیکی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔ اور انسان سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کا خوب دھیان رکھتا ہے یہاں تک اللہ کے نزدیک صدیق (یعنی بہت سچائی والا لکھ دیا جاتا ہے پھر فرمایا کہ) جھوٹ سے بچو۔ کیونکہ جھوٹ فجور (یعنی گناہوں میں گھس جانے کی) راہ بتاتا ہے۔ اور فجور دوزخ کی راہ دکھاتا ہے۔ اور انسان برابر جھوٹ جان بوجھ کر بولتا ہے اور جھوٹ کے مواقع سوچتا رہتا ہے یہاں تک اللہ کے نزدیک بہت بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

پس مومن بندوں پر لازم ہے کہ ہمیشہ سچ بولیں اور سچ ہی کو اختیار کریں بچوں کو بھی سچ ہی سکھلائیں اور سچ ہی کی عادت ڈالیں ان کے بہلانے کے لئے بھی جو وعدہ کریں وہ وعدہ بھی سچا ہونا چاہیے جیسا کہ آئندہ حدیث میں اس پر تنبیہ آرہی ہے، البتہ جن مواضع میں جھوٹ کی گنجائش حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے وہ کذب ممنوع میں شمار نہیں ہے۔ جیسے لوگوں میں اصلاح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا (ایک فریق کی جانب سے دوسرے فریق کو اچھی بات پہنچانا اگرچہ اس نے کہی ہی نہ ہو)۔ اور جیسے ضدن بیوی کو راضی کرنے کے لئے وعدہ کر لینا وغیرہ وغیرہ۔

جھوٹ کے ساتھ خیانت:۔ جھوٹ کا گناہ کتنا بڑا ہے۔ گذشتہ احادیث سے معلوم ہوا لیکن بعض مرتبہ جھوٹ اور خیانت دونوں جمع ہو جاتے ہیں جس سے گناہ در گناہ کا وبال ہوتا

ہے۔ حضرت سفیان بن اسدؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بڑی، خیانت ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کرے جس میں وہ تجھے سچا سمجھ رہا ہو اور تو اس بات میں جھوٹا ہو (ابو داؤد)۔ جو شخص کسی پر بھروسہ رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا ہمدرد ہے مجھ سے جھوٹ نہ بولے گا۔ اور دھوکہ نہ دے گا۔ اس سے جھوٹی باتیں کرتا۔ جھوٹ بھی ہے اور خیانت وغدر بھی ہے، جو لوگ ظاہر میں دوستی رکھتے ہیں اور دل میں اس کے خلاف جذبات رکھتے ہیں پھر ان جذبات کے اثر سے دوست کو جھوٹ بول کر دھوکہ دیتے ہیں۔ بدترین دوست اور بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہم

بچوں کو بہلانے کے لئے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے......

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ دَعَتْنِيْ اُمِّيْ يَوْمًا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ فِيْ بَيْتِنَا فَقَالَتْ هَاتَعَالَ اُعْطِيْكَ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَرَدْتِ اَنْ تُعْطِيْهِ قَالَتْ اَرَدْتُ اَنْ اُعْطِيَهُ تَمْرًا فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اما اِنَّكِ لَوْ لَمْ تُعْطِيْهِ شَيْئًا كُتِبَتْ عَلَيْكِ كِذْبَةٌ۔ (رواہ ابوداؤد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے بیان فرمایا ہے کہ (جب میں چھوٹا سا تھا) تو میری والدہ نے ایک دن مجھے بلایا اور کہا لے۔ آمیں تجھے دے رہی ہوں اس وقت حضور اقدس ﷺ ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے آپ نے میری والدہ سے فرمایا تو نے اس کو کیا چیز دینے کا ارادہ کیا ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کو کھجور دینے کی نیت کی ہے آپ نے فرمایا کہ خبردار اگر تو اس کو (کچھ بھی) نہ دیتی تو تیرے اُوپر ایک جھوٹ (کا گناہ) لکھ دیا جاتا۔

(مشکوۃ المصابیح ۴۱۶ از ابوداؤد و بیہقی)

تشریح: اس حدیث سے والدین کے حق میں ایک بڑی نصیحت معلوم ہوئی۔ بچوں کو کسی کام کے لئے بلانے یا کہیں ہمراہ جانے کی ضد ختم کرنے کے لئے جھوٹے وعدے کر لیتے ہیں، اور ایک ایک دن میں کئی کئی بار ایسا ہوتا رہتا ہے۔ وعدے کر کے پھر وعدے پورا کرنے کی فکر نہیں کرتے، بچہ کو بہلانے کیلئے جھوٹ بہکا دیتے ہیں کہ فلاں چیز لائیں گے، یہ منگا کر دیں گے۔ وہ

بنوا کرلائیں گے، یہ جھوٹے وعدے کرنا اور پورا نہ کرنا گناہ ہے جیسا کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا۔

......جھوٹی باتیں اور وعدہ خلافی کرنا منافقت ہے......

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اٰیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ (زاد مسلم) وَاِنْ صَامَ وَصَلّٰی وَزَعَمَ اَنَّهٗ مُسْلِمٌ (ثم اتفقا) اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں چاہے روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور اپنے بارے میں یہ سمجھے کہ میں مسلمان ہوں (اس کے بعد آپ نے وہ تینوں نشانیاں بیان فرمائیں)۔(۱) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(۲) جب وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔(۳) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔(مشکوۃ ص ۱۷ از بخاری ومسلم۔ الا قوله وان صام و صلی فانه لمسلم فقط)

تشریح: حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوا کہ حضور اقدس ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا اور یہ نہ فرمایا ہو کہ لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهٗ۔
(یعنی اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پورا نہیں (مشکوۃ) اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس میں چار خصلتیں ہوں گی خالص منافق ہوگا۔ اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی جب تک کہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ (وہ چار خصلتیں یہ ہیں)۔(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔(۲) جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔(۳) عہد کرے تو دھوکہ دے۔(۴) جھگڑا کرے تو گالی بکے۔(بخاری ومسلم)

قرض خواہ کو ٹالنا ظلم ہے:۔ بہت سے لوگ وقتی ضرورت کے لئے دوکاندار سے ادھار لے لیتے ہیں، یا کسی سے نقد رقم قرض لے لیتے ہیں۔ بعد میں قرض دینے والے کو ستاتے ہیں وعدہ پر وعدہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن قرض کی ادائیگی نہیں کرتے۔ دوسرے کا مال بھی لیا اور اس کو وعدہ خلافی کے ذریعہ ایذا بھی دے رہے ہیں اور تقاضوں کے لئے آنے جانے کی وجہ سے اس کا وقت بھی برباد کرتے ہیں ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ میں اس کی جگہ ہوتا تو اپنے لئے کیا پسند کرتا جو اپنے لئے

پسند کرے وہی دوسرے کے لئے پسند کرنا لازم ہے۔

جس شخص کے پاس ادائیگی کیلئے مال موجود نہ وہ قرض خواہ سے معذرت کرے اور مہلت مانگے اور اس تاریخ پر ادائیگی کا وعدہ کرے جس وقت کہ اس کے پاس ہونے کا غالب گمان ہو۔ اور جس کے پاس مال موجود ہو فوراً قرض خواہ کا حق ادا کرے ٹال مٹول بالکل نہ کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ'' یعنی جس کے پاس مال موجود ہو اس کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

اس حدیث میں ان لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے جو ادائیگی کا انتظام ہوتے ہوئے صاحب حق کو آج کل پر ٹالتے رہتے ہیں، پیسہ پاس ہوتے ہوئے جھوٹے وعدہ کرنے والے کو حضور اقدس ﷺ نے ظالم قرار دیا ہے۔

کاریگروں اور پیشہ وروں کے وعدے:۔ عموماً پیشہ ور لوگ وعدے کرنے میں بہت ماہر ہوتے ہیں۔ وہ یہ جانتے ہوئے کام لے لیتے ہیں کہ جس وقت پر دینے کا وعدہ کر رہا ہوں اس وقت نہیں دے سکوں گا۔ کام لیکر رکھتے ہیں اور جھوٹے وعدے کرتے رہتے ہیں۔ جن کا کام لیا ہے جب وہ آتے ہیں اور تقاضا کرتے ہیں، تو صبح شام اور آج کل کے جھوٹے وعدوں کی کثرت سے بیچارے کی جان آفت میں کر دیتے ہیں اس جھوٹ اور وعدہ خلافی کو کاریگر اور پیشہ ور لوگ گویا کہ گناہ سمجھتے ہی نہیں۔ حالانکہ حضور اقدس ﷺ نے اس کو منافقت کی نشانی بتایا ہے بعض پیشہ وروں کے جھوٹ کا تذکرہ احادیث شریف میں آیا ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے۔ ''اَکْذَبُ النَّاسِ اِلصَّبَّاغُوْنَ وَالصَّوَّاغُوْنَ'' (سنن ابن ماجہ ۱۵۶)۔ یعنی لوگوں میں سب سے جھوٹے رنگ کا کام کرنے والے اور سنار کا کام کرنے والے ہیں (کیونکہ وعدے اور ٹال مٹول بہت کرتے ہیں) رنگ ریز اور سنار کے علاوہ درزی، لوہار، بڑھئی حتیٰ کہ کتابت کرنے والے اور پریس چلانے والے بھی آجکل وعدہ خلافیوں کی انتہاء کر دیتے ہیں۔ ہمارے ملنے والے ایک کاتب نے بتایا کہ ابتدائے عہد میں جب وہ استاد کے پاس بیٹھ کر کتابت کرتے تھے۔ ایک صاحب آئے جنہوں نے کچھ مضمون لکھنے کو دیا انہوں نے اپنی نیکی اور سادگی میں وقت نہ ہونے کی معذرت کر دی۔ وہ صاحب چلے گئے تو استاد نے پوچھا کیا بات تھی؟ انہوں نے بتا دیا کہ وہ کام لے کر آئے تھے چونکہ میرے پاس کام زیادہ ہے وقت پر نہیں دے سکا اس لئے واپس کر دیا اس پر استاد نے بہت ڈانٹ پلائی اور کہا کہ کام واپس کرنا کس بے وقوف نے بتایا؟ کام کبھی واپس

نہ کرو لیکر رکھتے رہو۔ اور سب سے وعدے کرتے رہو۔

یہی حال تقریباً تمام کاریگروں کا ہے۔ اور اس جھوٹ کے اختیار کرنے کا باعث بہت بڑی ناسمجھی ہے کہ اگر کام نہ لیا تو پھر کام کہاں سے آئے گا۔ حالانکہ کاریگر کبھی فارغ نہیں رہتے کام آتا ہی رہتا ہے۔ اور اللہ روزی رساں ہے سچ بولنے سے بھی اتنا ہی رزق ملے گا جتنا مقدر میں ہے اور اس میں برکت بھی ہوگی۔ چونکہ پیشہ ور لوگ جھوٹ میں مبتلا رہتے ہیں اس لئے ان کے ہاں برکت نہیں دیکھی جاتی۔ کماتے بہت ہیں لیکن پیسہ جمع نہیں ہوتا۔ جس طرح جھوٹی قسم سے تجارت کی برکت جاتی رہتی ہے۔ اسی طرح جھوٹے وعدوں کی وجہ سے کاریگروں اور پیشہ وروں کی کمائی میں برکت نہیں ہوتی تمام پیشہ ور اگر حدیث پر عمل کریں اور سچ اختیار کریں تو دنیا اور آخرت میں آرام سے رہیں۔

……مذاق میں جھوٹ بولنا جائز نہیں……

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ تُدَاعِبُنَا قَالَ اِنِّیْ لَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا (رواہ الترمذی)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے حضرات صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہم سے مذاق فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں (مذاق میں بھی) سچی ہی بات کہتا ہوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۱۲ از ترمذی)

تشریح: حضرات صحابہ کرامؓ نے یہ جو کہا کہ یا رسول اللہ آپ ہم سے مذاق کرتے ہیں۔ اس کے دو سبب معلوم ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ انہوں نے مذاق کو آنحضرت فخر عالم ﷺ کی شان گرامی کے خلاف سمجھا۔ دوم یہ کہ آپ نے ان کو مذاق سے منع فرمایا تھا (جس کا ذکر آئندہ حدیث میں آرہا ہے)۔ اس لئے ان کو یہ بات عجیب معلوم ہوئی کہ آپ منع فرماتے ہیں اور خود مذاق فرماتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ میں مذاق میں بھی سچ ہی بولتا ہوں۔ لہٰذا ایسا مذاق درست ہے۔ ممنوع نہیں ہے۔ اور سچ کے علاوہ دوسری شرط جائز ہونے کی یہ ہے کہ جس سے مذاق کیا جائے اس کو ناگوار نہ ہو۔ مذاق ہو تو سچا ہو اور کسی کا مذاق اڑانا مقصود نہ ہو۔ مذاق دل خوش کرنے کے لئے ہے دل آزاری کے لئے نہیں ہے۔

مزاح نبویؐ کے چند واقعات: ۔ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے

سواری عنایت فرمادیں آپ نے فرمایا بلا شبہ تجھے اونٹنی کے بچہ پر سوار کرادوں گا اس شخص نے عرض کیا میں اُونٹنی کے بچے کو کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا اُونٹوں کو اُونٹنیاں ہی جنتی ہیں (یعنی جتنا بڑا ہو جائے اُونٹنی کا بچہ ہی ہوگا)۔ (ترمذی)

دیکھو اس مذاق میں ذرا سا بھی جھوٹ نہیں ہے۔ بات بالکل سچی ہے اس طرح ایک بوڑھی عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ دعا فرما دیجئے اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل فرمائے۔ آپ نے فرمایا بیشک جنت میں کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔ یہ سن کر وہ روتی ہوئی واپس چل دی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کو جا کر بتا دو کہ (مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا میں جو بوڑھی عورتیں ہیں وہ جنت میں نہ جائیں گی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہوتے وقت کوئی عورت بھی بوڑھی نہ ہوگی اللہ تعالیٰ جل شانہٗ سب کو جوان بنا دیں گے (لہٰذا) یہ بڑی بی جب جنت میں داخل ہوں گی بڑھیا نہ ہوں گی۔ اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا۔ (شمائل ترمذی)

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت انس ؓ کو "یَا ذَا الْاُذُنَیْنِ" (او دو کان والے) کہہ کر پکارا۔ (جمع الفوائد) ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے شوہر نے آپ کو مدعو کیا ہے (بطور دعوت گھر پر تشریف لانے کی درخواست کی ہے) آپ نے فرمایا تیرا شوہر وہی ہے جس کی آنکھ میں سفیدی ہے؟ وہ کہنے لگی اللہ کی قسم اس کی آنکھ میں سفیدی نہیں ہے آپ نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کی آنکھ میں سفیدی نہ ہو (یعنی وہ سفیدی جو سیاہ ڈلے کے چاروں طرف ہے دیکھو کیسا سچا مذاق ہے۔ ایسا سچا مذاق درست ہے جب کسی کا دل خوش کرنے کے لئے مذاق کرنے میں بھی یہ شرط ہے کہ بات سچی ہو تو کسی کا مذاق اڑانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ بہت سے مرد اور عورت اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور جس کو کسی بھی اعتبار سے کمزور پاتے ہیں سامنے یا پیچھے اس کا مذاق اڑا دیتے ہیں یہ سب باتیں گناہ ہیں اس کو مسخرہ پن اور ٹھٹول اور ٹھٹھا بھی کہا جاتا ہے۔

سورۃ حجرات میں چند نصیحتیں: ۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ

[1] قال العراقی فی تخریج الاحیاء اخرجه الزبیر بن بکار فی الفکاهة والمزاح الخ

بَعْدَ الْاِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (سورۃ حجرات ۴۹:۱۱)

ترجمہ: اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہیے کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا برا ہے اور جو باز نہ آئیں گے وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

...... کسی کا مذاق اڑانے کی ممانعت ......

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتُمَارِ اَخَاکَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهٗ۔ (رواہ الترمذی قال ہذا حدیث غریب)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کر، اور اس سے مذاق نہ کر، اس سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی تو خلاف ورزی کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۷/۴۱۶ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں چند نصیحتیں فرمائی ہیں:

جھگڑا کرنے کی ممانعت: اوّل یہ کہ اپنے بھائی سے جھگڑا نہ کرے۔ جھگڑے بازی بہت بری اور قبیح چیز ہے اپنے حق کے لئے اگر چہ جھگڑا کرنا درست ہے لیکن جھگڑے کا چھوڑ دینا بہر حال اعلیٰ وافضل ہے۔ جھگڑا کرنے سے گالی گلوچ اور بدکلامی کی نوبت آجاتی ہے اور دلوں میں کینہ جگہ پکڑتا ہے۔ پھر اس کے اثرات اور ثمرات بہت برے پیدا ہوتے ہیں۔

فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ جس نے غلطی پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لئے جنت کے ابتدائی حصہ میں مکان بنایا جائے گا۔ اور جس نے حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دیا اس کے لئے جنت کے درمیانی حصہ میں مکان بنایا جائے گا۔ اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کئے اس کے لئے جنت کے اونچے حصہ میں مکان بنایا جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بھائی سے مذاق نہ کرو اس سے وہ مذاق مراد ہے جو اس کو ناگوار ہو جس سے مذاق کیا جائے۔ اس میں مذاق اڑانا اور بے وقوف بنانا بھی شامل ہے یہی نہیں کہ صرف اپنا دل خوش کرے بلکہ جس سے مذاق ہو اولاً اس کی رضا اور خوشی کو پیش نظر رکھے

اگر مذاق سے اس کی دل آزاری ہو رہی ہو اس کو برا لگ رہا ہو اس کی یا اور کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو یہ حرام ہے بعض لوگ مذاق میں کسی کی کوئی چیز لے لیتے ہیں پھر واپس نہیں کرتے اور وہ لحاظ میں مانگتا نہیں ہے اس طرح حلال سمجھ لیتے ہیں حالانکہ لحاظ والی خاموشی سے وہ چیز حلال نہیں ہو جاتی۔ کسی کا مال اسی وقت حلال ہوتا ہے۔ جبکہ وہ اپنے نفس کی خوشی سے حلال کر دے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ لَا يَاخُذُ اَحَدُكُمْ عَصَا اَخِيْهِ لَا عِبًا جَادًّا فَمَنْ یعنی تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی اس طرح نہ لے کہ ظاہر میں ہنسی کھیل ہو اور دل میں بالکل لے کر رکھ لینے کا ارادہ ہو۔ پس جو شخص اپنے بھائی کی لاٹھی لے لے تو اس کو واپس کر دے۔ (ترمذی)

بہت سے آدمی تو مذاق میں طلاق دے بیٹھتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ طلاق نہیں ہوئی حالانکہ طلاق مذاق میں بھی ہو جاتی ہے۔ لوگ غضب کرتے ہیں کہ مذاق میں تین طلاقیں دے کر عورت کو رکھے رہتے ہیں۔ مسئلہ بھی نہیں پوچھتے اور حرام کاری میں مشغول رہتے ہیں۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ اپنے بھائی سے کوئی ایسا وعدہ نہ کر جس کی خلاف ورزی کرے، وعدہ خلافی کی مذمت دوسری احادیث میں بھی آئی ہے اور وعدہ خلافی کو منافقت کی نشانی بتایا ہے۔ جیسا کہ حدیث ۱۲ میں گذر چکا ہے۔

……لوگوں کو ہنسانے کا شغل باعث ہلاکت ہے……

وَعَنْ بَهْزِبْنِ حَكِيْمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيْلٌ لِمَنْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَّهٗ وَيْلٌ لَّهٗ (رواہ احمد والترمذی وابوداؤد الداری)

ترجمہ: حضرت بہز اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کیلئے جو باتیں کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے تا کہ اس کے ذریعہ لوگوں کو ہنسائے (پھر مزید فرمایا کہ) اس کیلئے ہلاکت ہے اس کیلئے ہلاکت ہے۔

(مشکوۃ المصابیح ۴۱۲ از احمد، ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

تشریح: حدیث ۲ میں گزر چکا ہے کہ بعض مرتبہ انسان دوسروں کو ہنسانے کے لئے زبان سے ایسا کلمہ کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہلاکت کی گہرائی میں اتنا زیادہ گہرا چلا جاتا ہے کہ اس گہرائی کا فاصلہ اس سے بھی زیادہ ہوتا ہے جو فاصلہ آسمان اور زمین کے درمیان ہے۔

دوسروں کو ہنسانا بھی لوگوں کا ایک مشغلہ ہے اور بعض قومیں تو مستقل اس کی روٹی کھاتی

ہیں اوران کا خاندان اور برادری سب یہی سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہماری ذات اور قوم مسخرہ پن ہی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔اس لئے ہمارا زندگی کا ذریعہ یہی ہے اسی کے ذریعہ کماتا اور کھاتا ہے۔ یہ لوگ بیاہ براَت میں جاتے ہیں لوگوں کو ہنسانے کے طریقے سوچتے رہتے ہیں طرح طرح کے جھوٹے قصے خود بناتے ہیں اور حاضرین کو ہنساتے ہیں۔ وہ اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ کس پر تہمت لگی اور کتنا جھوٹ بولا اور کتنے کفریہ کلمے زبان سے نکالے۔ اس مستقل قوم کے علاوہ اور بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو درباری کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ نوابوں اور امیروں اور وزیروں کے یہاں رہتے ہیں اور ہنسانے ہی کا کام کرتے ہیں اس مشغلہ میں بہت سے گناہ صادر ہوتے ہین جس کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ نے مذکورہ بالا سخت وعید بتائی۔ اور فرمایا کہ اس کے لئے ہلاکت ہے۔ پھر ہلاکت ہے۔ پھر ہلاکت ہے۔اس میں سب سے زیادہ بدترین طریقہ یہ ہے کہ دوسروں کو ہنسانے کے لئے کسی خاص شخص کی مذاق اڑائی جائے اس کی نقل اتاری جائے اور اس کے ساتھ مسخرہ پن کیا جائے بعض مرتبہ کسی کی غیبت بھی کی جاتی ہے۔ جس سے حاضرین کو ھنسانا مقصود ہوتا ہے دنیا میں ہنسنے ہنسانے سے ذرا دیر کے لئے نفس کو مزا تو مل جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کی وجہ سے جو بربادی سامنے آئے گی اس وقت اس مزہ کے انجام کا پتہ چلے گا۔ اعاذنا اللّٰہ منہ

کسی کی نقل اتارنا اور ٹھٹھا کرنا معمولی بات نہیں ہے آخرت میں سب کا حساب ہے کسی بھی ضعیف اور غریب سے غریب آدمی کی مذاق بنائی جائے وہ یہاں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اس کا پروردگار روزِ جزا میں اس کا بدلہ دلائے گا اور وہاں ہر دعویدار قوی ہو جائے گا۔ کسی کا حق نہیں مارا جائے گا نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔

جن لوگوں کا مشغلہ ہنسنے ہنسانے اور لوگوں کی برائیاں کرنیکا ہوتا ہے۔ اول تو ایسے لوگ نیکیوں کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے گناہوں میں ہی سارا وقت گذارتے ہیں لیکن اگر کوئی نیکی کر بھی لی تو ایسی کبھی کبھار کی نیکیوں کی تعداد اتنی معمولی ہوتی ہے کہ لوگوں کی بے آبروئیاں کر کے جو گناہوں کے پہاڑ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں۔ ان پہاڑوں کے مقابلے میں ان سب نیکیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟

زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتے ہیں:۔ یوں ہنسنا انسان کی فطرت میں شامل ہے بعض باتوں پر اچانک ہنسی آجاتی ہے ایسی ہنسی مؤاخذہ نہیں ہے لیکن دوسروں کو ہنسانے کا مشغلہ کرنا یا خود زیادہ ہنستے رہنا مذموم ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ اِیَّاکَ وَکَثْرَۃَ الضِّحْکِ فَاِنَّہٗ یُمِیْتُ

الْقَلْبَ وَيَذْهَبُ بِنُوْرِ الْوَجْهِ یعنی زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ دل کو مردہ کر دیتا ہے، اور چہرہ کا نور ختم کر دیتا ہے (یعنی صالحین کے چہروں پر جو نور ہوتا ہے۔ وہ ایسے شخص کے چہرہ پر نہیں رہتا۔ اگر ذرا بہت آجائے تو چلا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح)

دل کا مردہ ہونا، اللہ کی یاد سے غافل ہونا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ان کی مثال مردہ اور زندہ جیسی ہے (مشکوۃ المصابیح) (یعنی ذاکر زندہ ہے اور غافل مردہ ہے) زیادہ ہنسنے والے اللہ کی یاد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ان کا دل مردہ ہو جاتا ہے۔ ان کو ذکر اللہ کی توفیق نہیں ہوتی اور اس سے وہ مانوس بھی نہیں ہوتے۔ لا جَعَلَنَا اللهُ مِنْهُمْ

...... جھوٹی قسم کھانے کا وبال ......

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْكَبَائِرُ الْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَيْنِ وَقَتْلُ النَّفْسِ وَالْيَمِيْنُ الْغَمُوْسُ (رواہ البخاری وفی روایۃ اَنَسٍ وَشَهَادَةُ الزُّوْرِ بَدَلَ الْيَمِيْنِ الْغَمُوْسِ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے بڑے بڑے گناہ یہ ہیں۔ (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) ماں باپ کو ستانا۔ (۳) کسی جان کو قتل کرنا اور (۴) جھوٹی قسم کھانا۔ (مشکوۃ ۷ از بخاری)

تشریح: کبیرہ گناہ تو بہت سے ہیں لیکن اس حدیث میں چند ایسے گناہ ذکر فرمائے جو بہت بڑے ہیں اور جن میں عام طور سے لوگ مبتلا رہتے ہیں چونکہ اس موقع پر ہم زبان کی آفتیں ذکر کر رہے ہیں اس لئے یہ حدیثیں جھوٹی قسم کی مناسبت سے یہاں نقل کی ہے۔ اللہ کے ساتھ شریک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے جس کی کبھی بھی بخشش نہیں ہے۔ والدین کی نافرمانی اور ان کو ستانا اور تکلیف دینا بھی بڑے گناہوں میں ہے اور اس حدیث میں اس کو شرک کے بعد ذکر فرمایا ہے۔ جس سے اس کی قباحت خوب ظاہر ہو رہی ہے۔

جھوٹی قسم کا تعلق گذشتہ زمانہ کے واقعات سے ہوتا ہے۔ جو کوئی واقعہ ہوا نہ ہو اس کے بارے میں کہہ دیا کہ ایسا ہوا۔ اور اس پر قسم کھالی اور کسی نے کوئی کام نہیں کیا اس کے بارے میں

کہ دیا کہ اس نے ایسا کیا ہے اور اس پر قسم کھالی اس کی طرح اپنے کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر جھوٹی قسم کھالی یہ سب بہت بڑا گناہ ہے اول تو جھوٹ پھر اوپر سے جھوٹی قسم یعنی اللہ کا نام جھوٹ کیلئے استعمال کرنا گناہ در گناہ ہو جاتا ہے بہت سے مرد اور عورت جھوٹی قسم سے بالکل پرہیز نہیں کرتے بات بات میں قسم کھائے چلے جاتے ہیں اور اس کا گناہ اور وبال جو دنیا اور آخرت میں ہے اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ بعض لوگوں میں تیری میری برائی کرنے کی عادت ہوتی ہے خواہ مخواہ لڑائی جھگڑوں میں اپنے آپ کو پھنساتے ہیں پھر جب کوئی موقعہ آتا ہے تو مکر جاتے ہیں اور صاف انکار کر دیتے ہیں۔ کہ میں نے نہیں کہا۔ بہت سے لوگ بکری کا مال بیچتے وقت جھوٹی قسم کھاتے ہیں کہ یہ اتنے کا لیا ہے اور اتنے کا پڑا ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی چیز کے بارے میں جھوٹی قسم کھا جاتے ہیں کہ یہ میری ہے حالانکہ ان کی نہیں ہوتی یہ سب باتیں اس لئے سرزد ہوتی ہیں کہ آخرت کی پیشی کا خیال نہیں ہوتا۔

دل پر سیاہ دھبہ: ۔ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے جس کسی شخص نے اللہ کی قسم کھائی اور اس میں مچھر کے پر کے برابر (ذرا سی بات غلط)۔ داخل کر دی تو یہ قسم اس کے دل میں سیاہ دھبہ بن جائے گی جو قیامت تک رہے گا۔ (ترمذی)

جھوٹی قسم کی وجہ سے کوڑھی: ۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے جھوٹی قسم کے ذریعہ کوئی مال حاصل کر لیا وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ کوڑھی والا ہوگا۔ (ابوداؤد)

حضرت عبدالرحمان بن شبل سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ تاجر لوگ فاجر ہیں۔ (یعنی بہت بڑے گناہگار ہیں) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ نے خرید و فروخت کو حلال نہیں قرار دیا آپ نے فرمایا ہاں خرید و فروخت حلال تو ہے لیکن تاجر لوگ قسم کھاتے ہیں اور گناہگار ہوتے ہیں۔ باتیں کرتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ (رواہ احمد باسناد جید والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح الاسناد کمافی الترغیب)

جھوٹی قسم مال تجارت کی برکت ختم کر دیتی ہے: ۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم مال کو بکوا دیتی ہے۔ (اور) برکت کو ختم کر دیتی ہے۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت کے دن اللہ جل شانہ (مہربانی والا) کلام نہ فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف (نظر

رحمت سے) دیکھیں گے اور نہ ان کو پاک کریں گے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا محروم ہوں اور نقصان میں پڑیں یہ لوگ کون ہیں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا وہ تین شخص یہ ہیں۔ (۱) لنگی کو لٹکا کر چلنے والا (۲) کسی کو کچھ دے کر احسان دھرنے والا (۳) جھوٹی قسم کے ذریعے (بکری کے) مال چالو کرنے والا۔ (مسلم) حضرت حارثؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو دو جمروں[1] کے درمیان یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس کسی نے اپنے بھائی کا مال جھوٹی قسم کے ذریعہ حاصل کر لیا وہ اپنا ٹھکانا دوزخ بنا لے اس کے بعد دو یا تین مرتبہ فرمایا جو حاضرین ہیں وہ غائبوں کو پہنچا دیں۔ (رواہ احمد ولا حاکم کمافی الترغیب)

جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا دیتی ہے:۔ ایک روایت میں ہے کہ جھوٹی قسم آبادیوں کو کھنڈر بنا کر چھوڑ دیتی ہے۔ (کمافی الترغیب)

غیر اللہ کی قسم کھانا حرام ہے اور شرک ہے: بہت سے لوگ خصوصاً عورتیں اس گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ عورتیں عموماً اولاد کی قسم کھا جاتی ہیں۔ تیری قسم، میری قسم، دھن دولت کی قسم، باپ کی قسم زبان پر چڑھی رہتی ہے۔ یہ سب شرک ہے حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ اللہ تم کو اس سے منع کرتا ہے کہ اپنے باپ داداؤں کی قسم کھاؤ۔ تم میں سے جسے قسم کھانی ہو اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔ (یعنی قسم سے پرہیز کرے) (بخاری و مسلم) حضرت ابن عمرؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اللہ کے سوا کسی کی قسم کھائی اس نے شرک کیا۔ (ترمذی)

جھوٹی گواہی دینے کا وبال:

وَعَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ! کُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِاَکْبَرِ الْکَبَائِرِ ثَلَاثًا الْاِشْرَاکُ بِاللّٰہِ. وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ. وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ. اَلَا وَشَھَادَۃُ الزُّوْرِ وَقَوْلُ الزُّوْرِ وَکَانَ مُتَّکِئًا فَجَلَسَ، فَمَا زَالَ یُکَرِّرُھَا حَتّٰی قُلْنَا لَیْتَہٗ سَکَتَ (رواہ البخاری و مسلم والترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو بکرہؓ نے بیان فرمایا ہے کہ ہم حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو وہ گناہ نہ بتا دوں جو بڑے گناہوں سے بھی بڑے ہیں۔ تین بار یہی فرمایا۔ (پھر ان کو شمار فرمانا شروع کیا اور فرمایا کہ وہ یہ ہیں)۔ (۱) اللہ کے ساتھ شرک

[1] حج کے موقعہ پر منیٰ جگہ کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ ۱۲

کرنا۔(۲) ماں باپ کو ستانا (۳) اور جھوٹی گواہی دینا خبردار اور جھوٹی گواہی اور جھوٹی بات کہنا۔(ان ہی بڑے بڑے گناہوں میں سے ہے) اس وقت آپ تکیہ لگائے ہوئے تشریف فرماتھے۔آپ تکیہ چھوڑ کر بیٹھ گئے اور بار بار جھوٹی گواہی کا گناہ کبیرہ ہونا بیان فرماتے رہے۔ یہاں تک ہم نے (دل میں) کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جاتے۔(یعنی آپ نے اس قدر تکرار کے ساتھ جھوٹی شہادت کے کبیرہ ہونے کا تذکرہ فرمایا کہ ہم کو آپ پر ترس آنے لگا ہم کو سمجھانے کے لئے آپ کو کس قدر تکلیف ہو رہی ہے)۔

(الترغیب والترہیب للحافظ المنذری ۲۲۱ ج ۳ از بخاری و مسلم و ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں چند ایسے گناہوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو بہت بڑے ہیں اور بڑے گناہوں سے بھی بڑے ہیں ان میں سب سے اول شرک کو ذکر فرمایا شرک سب سے بڑا گناہ ہے اور اس کی کبھی بخشش نہ ہوگی اس کو تو سب مسلمان جانتے ہیں۔اس کے بعد حقوق الوالدین یعنی ماں باپ کو تکلیف دینے اور ایذا پہنچانے اور نافرمانی کرنے کا ذکر فرمایا قرآن مجید میں بھی اللہ پاک کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دینے کے بعد ساتھ ہی ساتھ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک:۔سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے: وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّاتَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ط اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْکِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا ۔وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا۔

ترجمہ: اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ بجز اس کے کسی کی عبادت نہ کرو اور تم ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔اگر تیرے پاس ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ سو ان کو کبھی ہوں بھی مت کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا۔اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا۔اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحمت فرمائیے۔جیسا کہ انہوں نے مجھ کو بچپن میں پالا پرورش کیا۔

اس آیت کریمہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ نے اول تو یوں حکم فرمایا کہ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو۔شرائع انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا سب سے بڑا یہی حکم ہے۔اور اسی حکم کی تعمیل کرانے کے لئے اللہ جل شانہٗ نے تمام نبیوں کو بھیجا اور کتابیں نازل

فرمائیں اور صحیفے اُتارے اللہ جل شانہٗ کو عقیدہ سے ایک ماننا، اور صرف اس ہی کی عبادت کرنا۔ اور کسی بھی چیز کو اس کی ذات وصفات اور تعظیم وعبادت میں شریک نہ کرنا۔ خداوند قدوس کا سب سے بڑا حکم ہے۔

دوم یہ فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو۔ اللہ جل شانہٗ خالق ہے اس نے سب کو وجود بخشا ہے اس کی عبادت اور شکر گذاری بہر حال فرض اور لازم ہے اور اس نے چونکہ انسان کو وجود بخشنے کا ذریعہ ان کے ماں باپ کو بنایا ہے۔ اور ماں باپ اولاد کی پرورش میں بہت کچھ دُکھ وتکلیف اٹھاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے حکم کے ساتھ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا بھی حکم فرمایا جو قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل کی مذکورہ آیت میں ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کو حکم دے کر ان کے ساتھ تعظیم تکریم سے پیش آنے کا حکم دیا اور چند نصیحتیں فرمائیں۔ اول: یہ کہ ماں باپ دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک بوڑھا ہو جائے تو ان کو اف تک بھی نہ کہو۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا کلمہ ان کی شان میں زبان سے نہ نکالو جس سے ان کی تعظیم میں فرق آتا ہو یا جس کلمہ سے ان کے دل کو رنج پہنچتا ہو۔

لفظ اُف بطور مثال کے فرمایا ہے۔ بیان القرآن میں اردو کے محاورہ کے مطابق اس کا ترجمہ "ہوں" کیا ہے کہ ان کو ہوں بھی مت کہو دوسری زبان میں اس کے مطابق ترجمہ ہوگا۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کے علم میں یہ کلمہ اُف سے نیچے بھی کوئی درجہ ماں باپ کے تکلیف دینے کا ہوتا تو اللہ جل شانہٗ اس کو بھی ضرور حرام قرار دیتے۔ (درمنثور)

ماں باپ کی تعظیم وتکریم کا حکم:۔ ماں باپ کی تعظیم تکریم اور فرمانبرداری ہمیشہ واجب ہے۔ بوڑھے ہوں یا جوان ہوں۔ جیسا کہ آیات اور احادیث میں عموم سے معلوم ہوتا ہے لیکن بڑھاپے کا ذکر خصوصیت سے اسلئے فرمایا کہ اس عمر میں جا کر ماں باپ بھی بعض مرتبہ چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کو بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اولاد کو ان کا اگالدان صاف کرنا پڑتا ہے۔ میلے اور ناپاک کپڑے دھونے پڑتے ہیں جس سے طبیعت بور ہونے لگتی ہے اور تنگ دل ہو کر زبان سے الٹے سیدھے الفاظ بھی نکلنے لگتے ہیں اس موقعہ پر صبر اور برداشت سے کام لینا۔ اور ماں باپ کا دل خوش رکھنا اور رنج دینے والے الفاظ سے پرہیز کرنا بہت بڑی سعادت ہوتی ہے گو کہ اس میں بہت سے لوگ فیل ہو جاتے ہیں۔

حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ تو ان کے کپڑے وغیرہ سے گندگی اور پیشاب پاخانہ صاف

کررہا ہے اس موقعہ پر اف بھی نہ کہہ۔ جیسا کہ وہ بھی اُف نہ کہتے تھے جبکہ تیرے بچپن میں تیرا پیشاب وغیرہ دھوتے تھے۔ (درمنثور) اُف کہنے کی ممانعت کے بعد یہ بھی فرمایا کہ ان کومت جھڑکنا، جھڑکنا اُف کہنے سے بھی زیادہ برا ہے جب اف کہنا منع ہے تو جھڑکنا کیسے درست ہوسکتا ہے؟ پھر بھی واضح فرمانے کے لئے خاص طور سے جھڑکنے کی صاف اور صریح لفظوں میں ممانعت فرمادی۔ دوم یہ حکم فرمایا کہو وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا یعنی ماں باپ سے خوب ادب سے بات کرنا۔ اچھی باتیں کرنا۔ لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر وتکریم کا خیال رکھنا یہ سب قولا کریما میں داخل ہے۔

سوم یہ ارشاد فرمایا کہ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ یعنی ماں باپ کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا، اس کی تفسیر میں حضرت عروہؒ نے فرمایا کہ تو ان کے سامنے ایسی روش اختیار کر کہ ان کی جو دلی رغبت ہو اس کے پورا ہونے میں تیری وجہ سے فرق نہ آئے۔ اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ نے اسکی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ سے بات کرتے وقت نیچے اوپر ہاتھ مت اٹھانا، (جیسے برابر والوں کے ساتھ بات کرتے ہوئے اٹھاتے ہیں) اور حضرت زہیر بن محمدؒ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ماں باپ اگر چہ تجھے گالیاں دیں اور برا بھلا کہیں تو تو جواب میں یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ (درمنثور)

والدین کے لئے دُعا:۔ چوتھی نصیحت یہ فرمائی کہ ماں باپ کے لئے یہ دعا کرتے رہا کرو رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ۔ (یعنی اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا اور پرورش کیا)۔

بات یہ ہے کہ اولاد کبھی حاجت مند تھی، جو بالکل ناسمجھ اور ناتواں تھی اس وقت ماں باپ نے ہر طرح کی تکلیف سہی اور دکھ سکھ میں خدمت کر کے اولاد کی پرورش کی، اب پچاس ساٹھ سال کے بعد صورت حال الٹ گئی کہ ماں باپ خرچ خدمت کے محتاج ہیں۔ اور اولاد کمانے والی، روپیہ پیسہ اور گھر یار اور کاروبار والی ہے اولاد کو چاہیے کہ ماں باپ کی خدمت سے نہ گھبرائے اور ان پر خرچ کرنے سے تنگ دل نہ ہو، دل کھول کر جان و مال سے ان کی خدمت کرے اور اپنے چھٹ پنے کو یاد کرے، اس وقت جو انہوں نے تکلیفیں اٹھائیں ان کو سامنے رکھے اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرے کہ اے میرے رب ان پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے چھوٹے پن میں پالا اور پرورش کیا۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ ایک شخص اپنی والدہ کو کمر پر اٹھائے ہوئے

طواف کرا رہا تھا۔

اس نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا، کیا میں نے اس طرح خدمت کر کے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپ نے فرمایا کہ ایک سانس کا حق بھی ادا نہیں ہوا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۳۵ ج ۳ مسند البزار بسند فیہ ضعف واخرجہ البخاریؒ فی الادب المفرد موقوفاً علی ابن عمرؓ)۔

حقوق والدین کے بارے میں ہم نے مستقل ایک رسالہ لکھا ہے مزید تفصیلات کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔

جھوٹی گواہی دینے والے پیشہ ور:۔ تیسرا بڑا گناہ جو حدیث بالا میں مذکور ہے وہ جھوٹی گواہی دینا ہے جس طرح اپنا مال بیچنے یا دوسرے کا حق مارنے کے لئے جھوٹی قسم کھانا حرام ہے اسی طرح کسی دوسرے کو کسی کا مال ناحق دلانے کے لئے یا مقدمہ جتانے کے لئے یا کسی بھی وجہ سے جھوٹی گواہی دینا حرام ہے۔ بہت سے لوگ کسی کی دوستی میں یا رشتہ داری کے تعلقات کی وجہ سے جھوٹی گواہی دے دیتے خود بڑا گناہ ہے پھر اس کے ساتھ حاکم قسم بھی کہلواتا ہے اس لئے گناہ در گناہ ہوتا ہے۔ اور حرام پر حرام ہوتا چلا جاتا ہے۔ تعجب ہے لوگ دنیا کے تعلقات اور رشتہ داری کو دیکھتے ہیں اور آخرت کے عذاب کی طرف دھیان نہیں کرتے، بہت سے لوگوں نے تو جھوٹی گواہی کو پیشہ ہی بنا رکھا ہے، پولیس اور وکیل الفاظ رٹا دیتے ہیں اور اسی وقت نقد گواہی دے کر نقد دام لے آتے ہیں ان کا یہ پیشہ حرام ہے اور آمدنی بھی حرام ہے۔ حرام کے ذریعہ حرام کماتے ہیں۔ اس میں بعض بڑے بڑے آدمی مبتلا ہیں۔

حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ فجر کی نماز ادا کر کے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر قرار دی گئی ہے اس کو تین بار فرمایا پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ اور بچتے رہو بتوں کی گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔ (مشکوٰۃ المصابیح) قرآن مجید میں شرک سے بچنے کا اور جھوٹی بات سے بچنے کا ایک جگہ ایک ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اس سے جھوٹی گواہی کی مذمت اور قباحت ظاہر ہے۔

سات ہلاک کرنیوالے گناہ جن میں پاک دامن کو تہمت لگانا بھی ہے......

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْکُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبٰوا وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہلاک کرنے والی سات چیزوں سے (خاص خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ) بچو۔ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ سات ہلاک کرنے والی چیزیں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (۱) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (۲) جادو کرنا (۳) اس جان کو قتل کرنا جس کا قتل اللہ نے حرام فرمایا مگر حق کے ساتھ ہو۔ (جس کو علماء اور شرعی قاضی جانتے سمجھتے ہیں) (۴) سود کھانا۔ (۵) یتیم کا مال کھانا۔ (۶) میدان جہاد سے پشت پھیر کر بھاگ جانا۔ (۷) پاک باز مومن عورتوں کو تہمت لگانا۔ جو (برائیوں سے) غافل ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۷ از بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث پاک میں سات گناہ ذکر فرمائے ہیں جن کو موبقات، یعنی ہلاک کرنیوالی چیزیں بتایا ہے۔ ساتویں نمبر پر پاکباز مؤمن عورتوں کو تہمت لگانے کا ذکر ہے جن کو (برائی کا) ہوش ہی نہیں مطلب یہ ہے کہ عورتیں مؤمن ہیں اور عفت وعصمت والی ہیں، برائی سے بالکل غافل ہیں۔ ان کو تہمت لگانا۔ ان بڑے بڑے گناہوں میں شامل ہے جو ہلاک کر دینے والے ہیں یعنی دوزخ میں پہنچانے والے ہیں۔ ان کو تہمت لگانا اس لئے بہت بڑا گناہ ہے کہ انہیں برائی کا دھیان تک نہیں ہے اور جنہیں زبان پر قابو نہیں مرد ہو یا عورت وہ ان بیچاریوں پر تہمتوں کے گولے پھینکتے رہتے ہیں۔ اگر کسی ایسی عورت کو بھی تہمت لگانا کبیرہ گناہ ہے جس کا چال چلن مشکوک ہو لیکن پاک باز عفت شعار عورتوں کو تہمت لگانا تو بہت ہی سخت ہے۔

پاک دامن عورتوں کو تہمت لگانے والوں پر لعنت:

سورۂ نور میں ارشاد ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ، یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ: بیشک جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں۔ ایسی ویسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں۔ ان لوگوں پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے۔ اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔ جس دن ان کے خلاف ان کی زبانیں گواہی دیں گی اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کاموں کی گواہی دیں گے جن کو یہ لوگ کیا کرتے تھے۔

مذکورہ بالا حدیث میں پاک باز عورتوں کو تہمت لگانے کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں عام مضمون وارد ہوا ہے جس میں عمومی طور پر تہمت لگانے کا وبال بتایا ہے اور مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

تہمت لگانے والا دوزخ کے پُل پر کھڑا کیا جائے گا:۔ حضرت معاذ بن انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مؤمن کو منافق سے بچایا۔ (یعنی غیبت کرنے والے کی تردید کی اور جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی حمایت کی) تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجیں گے جو حمایت کرنے والے کے گوشت کو دوزخ سے بچائے گا۔ (یعنی یہ فرشتہ یا تو اسے دوزخ میں داخل نہ ہونے دے گا اور اگر وہ داخل ہو گیا تو اس کو عذاب نہ ہونے دے گا۔) اور جس کسی نے کسی مسلمان کو کوئی تہمت لگا دی اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے پل پر ٹھہرائے گا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی کہی ہوئی بات سے صاف ستھرا ہو کر نکل جائے۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۲۴)

جس پر تہمت لگائی جائے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا ثواب:۔ اس حدیث مبارک میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی اول یہ کہ جو کوئی کسی کی غیبت سنے تو جس کی غیبت کی جا رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرے اور اس کا بہت بڑا فائدہ بتایا اور وہ یہ کہ فرشتہ اس کو قیامت کے دن دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔

دوسری بات یہ کہ کسی کو کسی بھی تہمت لگانے سے پرہیز کرنا واجب ہے اگر کسی نے کسی کو

تہمت لگادی تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کی وجہ سے قیامت کے دن بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی جو تہمت لگائی تھی اس سے چھٹکارا کرنا ضروری ہوگا۔ دوزخ کی پشت پر پل صراط قائم کی جائیگی سب کو اس پر سے گزرنا ہوگا۔ جو اس پر سے پار ہوتا جائے گا جنت میں داخل ہوتا چلا جائے گا۔ تہمت لگانے والا شخص پل صراط پر روک لیا جائے گا۔ اور جب تک تہمت لگانے کا گناہ سے پاک وصاف نہ ہوگا جنت میں نہ جائے گا۔ پاک صاف ہونے کے دو طریقے ہیں یا تو وہ شخص معاف کردے جس کو تہمت لگائی یا اپنی نیکیاں اس کو دیکر اور اس کے گناہ اپنے سر لے کر دوزخ میں جلے چونکہ وہاں بندے بہت ہی حاجت مند ہوں گے۔ اس لئے یہ امید تو بہت کم ہے کہ کوئی شخص معاف کردے اب دوسری صورت یعنی دوزخ میں جلنا ہی رہ جاتا ہے۔ کسی کو ہمت ہے جو دوزخ میں جلنے کا ارادہ کرے جب اس کی ہمت نہیں تو اپنے نفس اور زبان پر قابو پانا ضروری ہوا۔ بہت سی عورتیں اور مرد اس بات کا بالکل خیال نہیں کرتے کہ کسی کے حق میں کیا کہہ گزرے کسی پر کیا تہمت لگادی اور کسی کو بہتان سے نواز دیا۔

عورتوں کی لڑائیوں میں تہمتوں کے انبار: ۔ جہاں ساس بہو میں لڑائی ہوئی جھٹ کہہ دیا کہ رنڈی ہے۔ سوکنیں لڑنے لگیں تو ایک نے دوسری کو زانیہ کہہ دیا۔ نند بھاوج میں لڑائی ہوئی تو کہہ دیا کہ یار گھیرے پھرتی ہے۔ کسی کو چور بتادیا کسی کے بارے میں کہہ دیا کہ شرابی زانی ہے اور تہمت لگانے میں ان لوگوں تک کو نہیں بخشا جاتا جن سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی بلکہ جو لوگ مرگئے دنیا سے جاچکے ان پر بھی تہمتیں دھرتے ہیں یہ بہت خطرناک بات ہے جس کی سزا بہت سخت ہے۔ جو لوگ دنیا میں کمزور ہیں یا دور ہیں یا مرگئے ہیں اور بدلہ لینے سے عاجز ہیں ان کے آگے یا پیچھے اگر ان کو کوئی تہمت لگادی ہے اور وہ بدلہ نہ لے سکے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ معاملہ یہیں ختم ہوگیا آخرت کا دن آنے والا ہے جہاں پیشی ہوگی حساب کتاب ہوگا مظلوموں کو بدلے ولائے جائیں گے۔ اس دن کیا ہوگا اسکو غور کرنا چاہیے۔ عام لوگ تو پھر بھی کچھ نہ کچھ حیثیت رکھتے ہیں اپنا زرخرید غلام تو دنیا کے رواج میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کسی نے اپنے زرخرید غلام کو زنا کی تہمت لگادی تو تہمت لگانے والے پر قیامت کے دن حد قائم ہوجائے گی۔ الاّ یہ کہ وہ تہمت لگانے میں سچا ہو۔ (کمافی الترغیب والترھیب عن البخاری ومسلم)

ایک دوسرے پر لعنت کرنے اور اللہ کے غضب کی اور دوزخ کی آگ کی بددعا دینے کی ممانعت:

وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ وَلَا بِغَضَبِ اللّٰهِ وَلَا بِجَهَنَّمَ (وفی روایة) ولا بالنّار (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دوسرے پر اللہ کی لعنت نہ ڈالو، اور آپس میں یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ اور نہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یوں کہو کہ جہنم میں جائے اور آپس میں ایک دوسرے کیلئے یوں نہ کہو کہ آگ میں جلے۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۳ از ترمذی وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث مبارک میں تین نصیحتیں فرمائیں۔ اوّل یہ کہ آپس میں ایک دوسرے پر لعنت نہ کرو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا کو لعنت کہا جاتا ہے۔ کسی کو یہ کہنا کہ ملعون ہے یا لعین ہے یا مردود ہے یا اس پر اللہ کی مار ہے یا اللہ کی پھٹکار ہے یہ سب لعنت کے مفہوم میں داخل ہے اور کسی پر لعنت کرنا بہت سخت بات ہے۔

لعنت کس پر کرنا درست ہے:۔ عام طور سے یوں تو کہہ سکتے ہیں کہ کافروں پر اللہ کی لعنت ہو اور جھوٹوں اور ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔ لیکن کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ یہ یقین نہ ہو کہ وہ کفر پر مر گیا۔ آدمی تو آدمی، نجار کو، ہوا کو، جانور کو بھی لعنت کرنا جائز نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے ہوا پر لعنت کی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہوا پر لعنت نہ کہو کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے ہی حکم دی ہوئی ہے۔ اور جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کے مستحق نہیں ہے تو لعنت اسی پر لوٹ جاتی ہے جس نے لعنت کی۔ (ترمذی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بلاشبہ انسان جب کسی پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف لوٹ جاتی ہے وہاں دروازے بند کردئے جاتے ہیں (اوپر کو جانے کا کوئی راستہ نہیں ملتا) پھر زمین کی طرف اتاری جاتی ہے زمین کے دروازے بھی بند کردئے جاتے ہیں (کوئی جگہ ایسی نہیں ملتی جہاں وہ نازل ہو) پھر دائیں بائیں کا رخ کرتی ہے جب کسی جگہ کوئی راستہ نہیں پاتی

تو پھر اس شخص پر لوٹ آتی ہے جس پر لعنت کی ہے اگر وہ لعنت کا مستحق تھا تو اس پر پڑ جاتی ہے ورنہ اس شخص پر آ کر پڑتی ہے جس نے منہ سے لعنت کے الفاظ نکالے تھے۔ (ابوداؤد)

حضرت صدیق اکبرؓ کی زبان سے ایک موقعہ پر بعض غلاموں کے بارے میں لعنت کے الفاظ نکل گئے۔ حضور اقدس ﷺ وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے (کراہت اور تعجب کے انداز میں) فرمایا۔ لَعَّانِیْنَ وَصِدِّیْقِیْنَ کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ یعنی لعنت کرنے والے اور صدیقین (کیا یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں) رب کعبہ کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا (کوئی شخص صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو) حضرت ابوبکر صدیقؓ پر اس بات کا بہت اثر ہوا اور اس روز انہوں نے اپنے بعض غلام آزاد کر دیئے اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اب ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ (بیہقی) حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ بہت لعنت کرنے والے قیامت کے دن کسی کے حق میں گواہ نہ بن سکیں گے اور نہ سفارش کر سکیں گے۔ (صحیح مسلم)

عورتیں لعنت بہت بکتی ہیں:۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ عید الاضحی یا عید الفطر کی نماز کے لئے تشریف لے جا رہے تھے عورتوں پر آپ کا گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کرو کیونکہ مجھے دوزخ میں تم سب سے زیادہ دکھائی گئی ہو، عورتوں نے عرض کیا کیوں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا۔ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ۔ یعنی تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ (بخاری و مسلم)

عورتیں لعنت بہت کرتی ہیں یعنی کوسنا، پیٹنا، برا بھلا کہنا، اور الٹی سیدھی باتیں زبان سے نکالنا یہ عورتوں کا ایک خاص مشغلہ ہے، شوہر اولاد اور بھائی، بہن، گھر، جانور چوپایہ، آگ پانی، ہر چیز کو کوستی رہتی ہیں۔ اسے آگ لگے، وہ لگنی لگا ہے، یہ ناس پیٹی ہے، اسے ڈھائی گھڑی کی آئے وہ موت کا لیا ہے، اس کا ناس ہو، وہ اللہ مارا ہے، اس پر پھٹکار ہو۔ اسی طرح کی ان گنت باتیں عورتوں کی زبان پر جاری رہتی ہیں اس میں بددعا کے کلمات بھی ہوتے ہیں گالیاں بھی ہوتی ہیں۔ یہ بات اللہ کو ناپسند ہے حضور اقدس ﷺ نے اس کو دوزخ میں داخل ہونے کا سبب بتایا۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ ایک صحابی خاتون کے پاس تشریف لے گئے ان کو ام السائب کہا جاتا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ کپکپا رہی ہیں آپ نے دریافت فرمایا کیا بات ہے؟ تم

کو کپکپی کیوں آرہی ہے۔ جواب دیا کہ بخار چڑھ آیا ہے خدا اس کا برا کرے آپ ﷺ نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کیونکہ وہ انسانوں کے گناہوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو ختم کر دیتی ہے۔ (مسلم شریف)۔

حضور اقدس ﷺ کے اخلاق کریمانہ:۔ دوسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے یوں نہ کہو کہ تجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو، مؤمن اللہ کی رحمتوں کے لئے ہے اس کو ہمیشہ رحمت ہی کی دعا دینا چاہیے۔ اللہ کا غضب کافروں پر ہوتا ہے کسی مؤمن کے حق میں یہ کہنا کہ تجھ پر خدا کا غضب نازل ہو جہالت کی بات ہے۔

تیسری نصیحت یہ فرمائی کہ آپس میں ایک دوسرے کے حق میں یوں نہ کہو کہ جہنم میں جائے بہت سے جاہل بلکہ پڑھے لکھے لوگ بات بات میں دوسروں کے حق میں کہہ دیتے ہیں کہ ہماری بلا سے جائے جہنم میں۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی کیونکہ مسلمان دوزخ کے لئے نہیں ہے۔ وہ جنت کے لئے ہے اس کو ہمیشہ جنتی ہونے کی دعا دو، اخلاق بلند کرو اگر کوئی شخص ستائے تب بھی اس کو دعا دو۔ بد دعا دینے کا کوئی ثواب حدیث میں نہیں آیا البتہ دعا دینے کی ترغیب احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ حضور اقدس ﷺ جب طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں نے (اس وقت) اسلام قبول نہ کیا اور آپ کو بری طرح جواب دیا۔ اور بری طرح ستایا تو مَلِکُ الْجِبَال (پہاڑوں پر مقرر فرشتہ) نے آکر عرض کیا کہ آپ فرمائیں)۔ آپ نے فرمایا (میں ان کو عذاب دلانا نہیں چاہتا بلکہ) اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ ان کی پشتوں سے ایسے لوگ نکال دے گا جو تنہا اللہ کی عبادت کریں گے۔ اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں گے۔

فھل نظرت عین کمثل محمدؐ　　رئو فا علی الاعدا بعد التبصر

حضرت ابو ہریرہؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ مشرکین کے حق میں بد دعا فرما دیجئے آپ نے فرمایا کہ میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو رحمت ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں (مسلم)

حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ لعنت کرنے والے تھے، نہ گالی دینے والے تھے۔ ناراضگی کے وقت یہ فرماتے تھے کہ مَالَهُ تَرِبَ جَبِيْنُهُ اس کو کیا ہوا اس کے چہرے کو مٹی لگے۔ (بخاری) بعض شراح نے فرمایا ہے کہ اس میں دعا ہے کہ اس کو سجدہ کی توفیق ہو۔

یزید پر لعنت کا مسئلہ:۔ بہت سے لوگ روافض سے متاثر ہوکر یزید پر لعنت کرتے ہیں۔ بھلا اہل سنت کو روافض سے متاثر ہونے کی کیا ضرورت؟ ان کو اسلامی اصول پر چلنا چاہیے روافض کے مذہب کی تو بنیاد ہی اس پر ہے کہ حضرات صحابہؓ کو کافر کہیں اور یزید اور اس کے لشکر پر لعنت کریں قرآن کی تحریف کے قائل ہوں اور متعہ کیا کریں اور جب اہل سنت میں پھنس جائیں تو تقیہ کے داؤ پیچ کو استعمال کر کے اپنے عقیدہ کے خلاف سب کچھ کر دیں۔ بھلا اہل سنت ان کی کیا ریس کر سکتے ہیں۔ اہل سنت اپنے اصول پر قائم رہیں جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں۔ ان ہی اصول میں سے یہ ہے کہ لعنت صرف اس پر کی جا سکتی ہے۔ جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو۔ یزید اور اسکے اعوان وانصار کا کفر پر مرنا کیسے یقینی ہو گیا جس کی وجہ سے لعنت جائز ہو جائے؟

حضرت امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اول یہ سوال اٹھایا ہے کہ یزید پر لعنت جائز ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ وہ حضرت حسینؓ کا قاتل ہے قاتل ہے یا قتل کا حکم دینے والا ہے؟ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ یزید نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا۔ یا اس کا حکم دیا یہ بالکل ثابت نہیں ہے۔ لہذا یزید پر لعنت کرنا تو درکنار یہ کہنا بھی جائز نہیں کہ اس نے حضرت حسینؓ کو قتل کیا۔ یا قتل کرنے کا حکم دیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کی طرف بغیر تحقیق کے منسوب کرنا جائز نہیں۔ نیز امام غزالیؒ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ مخصوص کر کے یعنی نام لیکر افراد واشخاص پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے اس سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ اور جس پر لعنت کرنا جائز ہو اس پر لعنت کرنے سے سکوت اختیار کرنا کوئی گناہ اور مؤاخذہ کی چیز نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص ابلیس پر لعنت نہ کرے اس میں کوئی خطرہ نہیں چہ جائیکہ دوسروں پر لعنت کرنے سے خاموشی اختیار کرنے میں کچھ حرج ہو پھر فرمایا فالاشتغال بذکر اللہ اولیٰ فان لم یکن ففی السکوت سلامۃ یعنی خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا اولیٰ اور افضل ہے اگر ذکر اللہ میں مشغول نہ ہو تو پھر خاموشی میں سلامتی ہے۔ (کیونکہ لعنت نہ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں اور نام لے کر کسی پر لعنت کر دی تو یہ پُر خطر ہے کیونکہ وہ لعنت کا مستحق نہ ہوا تو لعنت کرنے والے پر لعنت لوٹ آئے گی پھر کسی حدیث میں لعنت پر بھی لعنت کرنے کا کوئی ثواب وارد نہیں ہوا اور لعنت کے الفاظ زبان پر لانے سے کوئی فائدہ نہیں)۔

حضرت مکی بن ابراہیم نے بیان فرمایا کہ ہم ابن عون کے پاس تھے ان کی مجلس میں

بلال بن ابی بُردہ کا ذکر آ گیا لوگ ان پر لعنت کرنے لگے اور ان کی برائیاں بیان کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ابن عون خاموش بیٹھے رہے لوگوں نے کہا اے ابن عون ہم تو ان کا ذکر برائی کے ساتھ اس لئے کر رہے ہیں کہ انہوں نے آپ کے ساتھ زیادتی کی ہے (اور آپ خاموش بیٹھے ہیں) حضرت ابن عون نے فرمایا کہ دو کلمے ہیں ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرا لعن اللہ فلاناً جس کو بھی میں زبان سے نکالوں گا۔ قیامت کے دن میرے اعمال نامہ میں ظاہر ہو جائے گا۔ پس اگر میرے نامۂ اعمال میں لا الہ لا اللہ نکلے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کی جگہ پر لعن اللہ فلاناً نکلے۔ (کیونکہ کسی پر لعنت کرنے میں کوئی بھی ثواب نہیں اگر چہ وہ شخص مستحق لعنت ہو جس پر لعنت کی گئی)۔

......گالی گلوچ سے پرہیز کرنیکی سخت تاکید......

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْتَبَّانِ مَا قَالَا فَعَلَى الْبَادِئِ مَالَمْ يَعْتَدِ الْمَظْلُوْمُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی جو آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیں سب کا وبال اسی پر ہوگا۔ جس نے گالیاں دینے میں پہل کی ہے جب تک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۱ از مسلم)

تشریح: زبان کے گناہوں میں گالی دینا بھی ہے یہ ایک ایسی بری چیز ہے جو کسی طرح سے بھی مومن کے شایانِ شان نہیں ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے "سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ" یعنی مسلمان کو گالی دینا بڑی گنہگاری کی بات ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر کی چیز ہے۔ (بخاری ومسلم)

بہت سے مردوں اور عورتوں کو گالی دینے کی عادت ہوتی ہے اور بعض لوگ تو اس کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ جہالت اور جاہلیت کی بات ہے اس میں سخت گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے آپس میں تعلقات بھی خراب ہوتے ہیں اور گالی گلوچ کرتے کرتے مردوں تک پہنچ جاتے ہیں ایک نے کسی کو گالی دی۔ دوسرے نے اس کے باپ کو گالی دی پھر پہلے والے نے جواب میں باپ کے ساتھ دادا کو بھی لپیٹ لیا۔ اسی طرح سے اپنے ماں باپ کو گالیاں دلوانے کا ذریعہ بھی بن جاتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بڑے بڑے گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کوئی

شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے گا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں! کسی آدمی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ الٹ کر اس کے باپ کو گالی دیگا؟ اور کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ الٹ کر اس کی ماں کو گالی دیدے گا۔

(بخاری و مسلم)

ماں باپ کو گالی دینے والے:۔ یعنی خود گالی نہ دی دوسرے سے گالی دلوادی اور اس کا سبب بن گیا تو وہ ایسا ہی ہوا جیسے خود گالی دیدی۔ اور یہ بھی اس زمانہ کی بات ہے کہ صحابہؓ کو تعجب ہوا کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو کیسے گالی دے گا۔ آج کل تو بہت سے ایسے ناہنجار لوگ پیدا ہو گئے ہیں۔ جو ماں باپ کو بالکل سیدھی صاف ستھری گالی دیدتے ہیں گالی یوں بھی گناہ کبیرہ ہے لیکن ماں باپ کو گالی دینا اور بھی شدید ہے اللہ جہالت سے بچائے۔ اگر کوئی شخص کسی کو گالی دیدی تو اچھی بات یہ ہے کہ جس کو گالی دی ہے وہ خاموش ہو جائے اور صبر کرے گالی دینے والے کا وبال اسی پر رہنے دے لیکن اگر صبر نہ کرے اور جواب دینا چاہے تو صرف اسی قدر جواب دے سکتا ہے جتنا دوسرے نے کہا ہے اگر آگے بڑھ گیا تو یہ ظالم ہو جائے گا۔ حالانکہ اس سے پہلے مظلوم تھا اسی کو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب دو آدمی گالی گلوچ کر رہے ہوں تو سب کا گناہ پہل کرنے والے پر ہوگا۔ اور اگر مظلوم نے زیادتی کر دی (جسے اولاً گالی دی تھی) تو پھر دونوں گناہ میں شریک ہو گئے۔

حضرت جابر ابنِ سلیمؓ کا واقعہ:۔ حضرت جابر بن سلیمؓ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں آیا وہاں میں نے ایک بڑے صاحب شخصیت کو دیکھا کہ سب لوگ ان کی رائے پر عمل کرتے ہیں جو بھی کچھ فرمایا جھٹ لوگوں نے عمل کر لیا میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا عَلَیْکَ السَّلَامُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! دو مرتبہ ایسا ہی کہا آپ نے فرمایا عَلَیْکَ السَّلَامُ مت کہو کیونکہ عَلَیْکَ السَّلَامُ (زمانہ جاہلیت میں) میت کے لئے کہا جاتا تھا تم اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ کہو میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ اللہ ایسا صاحب قدرت ہے اگر تم کو کوئی تکلیف پہنچ جائے پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری تکلیف دور کرے اور اگر تم کو قحط سالی پہنچ جائے اور تم اس سے دعا مانگو تو وہ تمہارے لئے (ضرورت کی چیزیں زمین سے) اگا دے گا۔ اور جب تم کسی چٹیل زمین میں ہو جہاں گھاس پانی اور آبادی بالکل نہ ہو اور ایسے موقع

پر تمہاری سواری گم ہو جائے پھر تم اس سے دعا کرو تو تمہاری سواری تمہارے پاس واپس لوٹا ۔ میں نے عرض کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا ہرگز کسی کو گالی مت دینا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بھی میں نے کسی آزاد کو یا غلام کو یا اونٹ کو یا بکری کو گالی نہیں دی (پھر نصیحتوں کے بعد فرمایا کہ) اگر کوئی شخص تم کو گالی دے اور تم کو اس چیز کا عیب لگائے جو تمہارے اندر ہے تو تم اس چیز کا عیب نہ لگاؤ جو اس کا عیب تم اس کے اندر جانتے ہو۔

(مشکوۃ المصابیح ۱۶۹ عن ابی داؤد)

دیکھو اس حدیث میں کیسی سخت تنبیہ فرمائی کہ ہرگز کسی کو گالی نہ دینا جس صحابیؓ و نصیحت کی تھی انہوں نے ایسی سختی کے ساتھ اس کو پلے باندھا اور ایسی مضبوطی کیساتھ اس پر عمل کیا کہ کبھی کسی انسان کو یا حیوان کو گالی نہیں دی۔ اونٹ، بکری، گدھا، گھوڑا کبھی کسی کو گالی کا نشانہ نہیں بنایا۔

لوگوں کے باطل معبودوں کو گالی مت دو:۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ

ترجمہ: اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں۔ کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ دیکھئے آیت شریفہ میں مشرکین کے بتوں کو گالیاں دینے سے بھی منع فرمادیا اور وجہ بتائی کہ جب تم ان کے بتوں کو گالی دو گے تو وہ تمہارے معبود برحق اللہ جل شانہٗ کی شان اقدس میں گستاخی کریں گے پس تم اس کا ذریعہ کیوں بنتے ہو۔

اسی طرح سے مسلمانوں کو آپس میں کسی کے خاندان کے بڑوں کو (خاندان نسبی ہو یا دینی ہو یا علمی ہو) گالی دینے اور برا کہنے سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ کیونکہ ایک فریق دوسرے فریق کے بڑوں کو بُرا کہے گا تو دوسرا فریق بھی برا کہے گا اور گالی دیگا۔ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے تو جواب میں دوسرا شخص گالی دینے والے شخص کے باپ دادا اور پردادا کو گالی دے گا اس میں بسا اوقات ان لوگوں کو گالی دینے کی بھی نوبت آجاتی ہے جو دنیا سے جا چکے ہیں۔

مُردوں کو گالی دینے کی ممانعت:۔ مُردوں کو برا کہنے کی ممانعت خصوصیت کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ جو لوگ مر گئے ان کو گالی نہ دو یعنی برائی کے ساتھ یاد

نہ کرو کیونکہ وہ ان اعمال کی طرف پہنچ گئے جو انہوں نے پہلے سے آگے بھیجے۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ مُردوں کو گالی نہ دو جس کی وجہ سے تم زندوں کو ایذا دو گے (ترمذی)۔ یعنی جب مُردوں کو گالی دو گے تو ان کے متعلقین کو گالی دینے کا اور دوسرا ان کے متعلقین کو ایذا اور تکلیف دینے کا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مُردوں کی خوبیاں بیان کیا کرو۔ اور ان کی برائیوں سے (زبان کو) روکے رکھو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

جانوروں کو گالی دینے کی ممانعت:۔ اسلام پاکیزہ دین ہے اس میں جانوروں کو گالی دینے تک کی ممانعت فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مُرغ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں ایک شخص کو چیچڑی نے کاٹ لیا (یہ جوں سے ذرا بڑا ایک جانور ہوتا ہے۔ جو اونٹ وغیرہ کے جسم میں ہوتا ہے) اس شخص نے چیچڑی کو گالی دیدی۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اس کو گالی نہ دے کیونکہ اس نے اللہ کے نبیوں میں سے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا۔ (جمع الفوائد)

فائدہ:۔ لفظ "سب" کا ترجمہ جگہ جگہ ہم نے گالی سے کیا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ فحش بازاری گالی دی جائے وہی گالی ہے بلکہ کسی کو کسی بھی طرح بُرے لفظوں سے یاد کرنا گالی میں شامل ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ اگر ماں، بہن کی گالی نہ دی بلکہ بیہودہ، گدھا، کمینہ کہہ دیا یہ بھی ان احادیث کے مفہوم میں آجاتا ہے۔ جن میں سبؔ و شتم کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔

...... کسی مُسلمان کو فاسق یا کافر کہنے کا وبال ......

وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اَوْقَالَ عَدُوُّ اللّٰهِ وَلَیْسَ کَذَالِکَ اِلَّا عَادَ عَلَیْهِ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی آدمی کو کافر کہہ کر پکارا یا یوں کہا کہ اے اللہ کے دشمن، اور وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کلمہ اس پر لوٹ جاتا ہے جس نے ایسا کہا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۲۲۱ از بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ کسی ایسے شخص کو کافر کہہ دینا جو کلمہ اسلام پڑھتا ہے اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جس کو کافر کہا ہے اگر وہ کافر نہیں ہے تو کافر کہنے والے پر اس کی بات لوٹ آئے گی یعنی وہ کافر نہیں تو یہ کافر ہو گا۔ آجکل ذرا سی بات میں ایک دوسرے کو کافر کہہ دیا جاتا ہے۔ جہاں تھوڑا سا مسلک کا اختلاف ہوا یا سیاسی طور پر کوئی مخالفت ہوئی فوراً اپنے مخالف کو کفر کی بندوق سے داغ دیا جاتا ہے۔ اور غصہ کے جنون میں آپس میں ایک دوسرے کو کافر یا اللہ کے دشمن کہہ دیتے ہیں۔

والعیاذ باللہ! تمام اہل سنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے جو حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کے مطابق ہے کہ کوئی شخص کیسا ہی گناہگار ہو اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ دعوائے ایمان کے بعد انسان کافر اسی وقت ہوتا ہے جب اس کی تصدیق قلبی جاتی رہے یعنی دل سے اسلام کا منکر ہو جائے یا کسی ایسی چیز کو نہ مانے جو مدار ایمان ہے اور جو تواتر کیساتھ حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے۔ چونکہ دل کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اس لئے کسی بھی مدعی اسلام کو کسی گناہ یا خطاء اجتہادی کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے حسب فرمان نبی آخر الزمان ﷺ اگر وہ کافر نہیں ہے جس کو کافر کہا ہے تو کافر کہنے والا کافر ہو جائے گا۔

بہت سے فرقوں نے سارا ایمان و اسلام اور جنت اپنے ہی لئے مخصوص کر رکھی ہے۔ اپنے مقابل ہر جماعت کو برملا کافر کہتے ہیں ان بدلگاموں نے بڑے بڑے محدثین اور خدام دین کو نہیں بخشا۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔

تکفیر کے مسئلہ میں اکابر دیوبند سے بڑھ کر کسی کو محتاط نہیں دیکھا۔ اگر یہ محتاط نہ رہتے تو انتقام کے جذبات میں آکر ان لوگوں کو کافر کہتے جو ان حضرات کو کافر کہتے ہیں لیکن الحمد للہ یہ حضرات شریعت اسلامیہ کی حدود سے باہر نہ نکلے۔ فجزاھم اللّٰہ تعالٰی احسن الجزاء۔

یہاں یہ بات ہر شخص کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مسلمان کو کافر کہنا بڑا خطرناک ہے۔ کسی کو کافر نہ کہا جائے تو اس پر کچھ بھی مؤاخذہ نہیں (اِلَّا یہ کہ خوب کفر واضح ہو اور اس کے ظاہر نہ کرنے سے لوگوں کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہو)۔ پس جس شخص کا کفر بالکل واضح نہ ہو اور دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کو کافر کہنا عظیم خطرہ ہے۔ اگر ہم نے اس کو کافر نہ کہا تو ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں جس طرح کسی مسلمان کو کافر کہنا ممنوع ہے اسی طرح اللہ کا دشمن کہنا بھی گناہ ہے جسے اللہ کا دشمن کہا اور وہ ایسا نہ ہو تو بموجب حکم حدیث کہنے والے پر ہی یہ کلمہ لوٹ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ

ہر مسلمان کا ولی ہے اور مددگار ہے اور کارساز ہے۔ مسلمان کو اللہ کا دشمن بتانا جہالت اور گمراہی کی بات ہے۔

سختی اور فحش کلامی پر تنبیہ......

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ اِسْتَاْذَنَ رَهْطٌ "مِّنَ الْيَهُوْدِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ فَقُلْتُ بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ" يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْاَمْرِ كُلِّهٖ قُلْتُ اَوَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالُوْا قَالَ قَدْ قُلْتُ وَعَلَيْكُمْ (وفي رواية) عَلَيْكُمْ وَلَمْ يَذْكُرِ الْوَاوَ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ چند یہودیوں نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی اور اس موقعہ پر دبی زبان سے انہوں نے کہا اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ (یعنی السلام کے بجائے السام کہہ دیا، سلام سلامتی کو اور سام موت کو کہتے ہیں۔ انہوں نے بددعا دینے کی نیت سے یہ سمجھ کر ایسا کہا کہ سننے والوں کی سمجھ میں نہ آئے گا) حضرت عائشہؓ نے سن لیا اور فوراً جواب میں فرمایا بَلْ عَلَيْكُمُ السَّامُ وَاللَّعْنَةُ بلکہ تم پر موت ہو اور لعنت ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ بیشک اللہ رحیم ہے ہر کام میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔ (تم کو اس طرح جواب نہیں دینا چاہیے) حضرت عائشہؓ نے عرض کیا آپ نے نہیں سنا کہ انہوں نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا میں نے ان کو جواب میں وعلیکم کہہ دیا۔ (یعنی ان کو موت کی بددعا دیدی پس میری بددعا ان کے حق میں قبول ہوگی اور میرے حق میں اُن کی بددعا قبول نہ ہوگی)۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۹۸ از بخاری و مسلم)

تشریح: صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس موقعہ پر آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تو فحش گو مت بن کیونکہ اللہ تعالیٰ فحش گو اور فحش اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

یہودیوں کی شرارتیں:۔ یہودی بڑے شریر تھے ان کی شرارتیں آج تک کام کر رہی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کو اللہ کا نبی جانتے تھے۔ اور واضح نشانیوں سے پہچانتے تھے لیکن مانتے نہیں تھے۔ حضور اقدس ﷺ جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں جو یہودی رہتے تھے وہ آپ کے سخت دشمن ہو گئے۔ حضور اقدس ﷺ کو ایذا دیا کرتے تھے بلکہ شہید کرنے اور اسلام و مسلمان کو مٹانے کے پروگرام بنایا کرتے تھے اور اس کے لئے طرح طرح کی

تدبیریں کیا کرتے تھے۔ آپ کی مجلس میں بھی آتے تھے۔ باتیں بھی پوچھتے تھے۔ اور اپنی شرارتوں سے باز نہیں آتے تھے۔ ان ہی سے ایک یہ تھا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اَلسلامُ علیکم کے بجائے دبی زبان سے اَلسَّام علیکم کہتے تھے۔ درمیان میں لام کو قصداً کھا جاتے تھے۔ سلام بمعنی سلامتی ہے اور اَلسَّام بمعنی موت ہے۔ یہودی اپنی خباثت اور موت کی بددعا دیتے تھے۔ ایک مرتبہ جو آئے اور ایسی ہی شرارت کی تو عائشہؓ نے بھانپ لیا اور فوراً سخت الفاظ میں ان کو جواب دیا۔ اور انہوں نے جو کچھ کہا تھا اس سے بڑھ کر بددعا دی یہودیوں نے تو صرف موت کی بددعا دی تھی حضرت عائشہؓ نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور موت کی بددعا کے ساتھ ان پر لعنت بھی بھیجی۔ اور اللہ پاک کا غضب نازل ہونے کی بھی بددعا دی۔ جیسا ایک روایت میں حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ ہیں۔ اَلسَّامُ عَلَيْكُمْ وَلَعَنَكُمُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْكُمْ۔ (کما فی المشکوٰۃ ص ۳۹۸)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اے عائشہؓ ٹھہر اور نرمی اختیار کر۔ سختی اور فحش کلامی سے پرہیز کر کیونکہ اللہ تعالیٰ بدکلامی کو اور بدکلامی اختیار کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے ان کی حرکتوں کی طرف توجہ نہیں فرمائی؟ آپ نے فرمایا ہاں مجھے پتہ ہے تو نے نہیں سنا میں نے کیا جواب دیا۔ میں نے بھی سنا تو وعلیکم کہہ کر جواب دیا جو کچھ انہوں نے میرے لئے کہا وہ میں نے ان پر اُلٹ کر دیا۔ ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی اور میری بددُعا ان کو لگ کر رہے گی۔ مطلب یہ ہے کہ جو انہوں نے کہا وہ ان پر الٹ دیا گیا۔ مزید سخت کلامی اور بدکلامی کی ضرورت نہیں اللہ تعالیٰ شانہٗ کو نرمی پسند ہے سختی اور سخت کلامی اور فحش کلامی پسند نہیں ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے کیسی مبارک نصیحت فرمائی یہودی جو دشمن خدا اور دشمن دین تھے۔ ان کو جواب دینے میں بھی یہ پسند نہ فرمایا کہ سختی کی جائے۔ اور بدکلامی اختیار کی جائے جب دشمنوں کیساتھ یہ معاملہ ہے تو آپس میں مسلمانوں کو سخت کلامی اور بدکلامی اختیار کرنے کی کہاں گنجائش ہوسکتی ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ مومن طعنہ زنی کرنے والا اور لعنت بکنے والا اور فحش باتیں کرنے والا اور بے حیا نہیں ہوتا۔ (ترمذی)

مومن کی شان ہی دوسری ہے، وہ تو نرم مزاج، نرم زبان، میٹھے الفاظ والا

ہوتا ہے، انتقام اور جواب میں کوئی لفظ نکل جائے تو وہ بھی اس قدر ہوتا جتنا دوسرے نے کہا ہے۔

جعلنا للّٰہ ممن یجتنب سخط ویتبع رضوانہ۔

......مسلمان کی آبروریزی سب سے بڑا سود ہے......

وَعَنْ سَعِیْدِ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ مِنْ اَرْبَی الرِّبٰوا الاِسْتِطَالَةُ فِیْ عِرْضِ الْمُسْلِمِ بِغَیْرِ حَقٍّ۔ (رواہ ابوداؤد ورواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت سعید بن زیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ سب سے بڑے سود میں سے یہ بھی ہے کہ ناحق کسی مسلمان کی آبرو (ریزی) کے بارے میں زبان درازی کی جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۹ از بیہقی)

تشریح: سود کتنا بڑا گناہ ہے اسے سب ہی جانتے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے: فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

ترجمہ: پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو (یعنی بقیہ سود نہ چھوڑو) تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے کہ سود کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ سود کا ایک درہم جانتے ہوئے آدمی کھائے تو یہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بھی زیادہ سخت ہے (مشکوٰۃ)

اس مضمون کو سامنے رکھ کر اب حدیث بالا کے مضمون پر غور کریں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ ناحق کسی مسلمان کی بے آبروئی کرنے کے لئے زبان درازی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی آبرو بہت زیادہ ہے اور اس کی بڑی حرمت ہے بہت سے لوگ دوسرے کا مال ناحق لینے سے تو پرہیز کرتے ہیں اور اس کو حرام سمجھتے ہیں لیکن مسلمان کی آبروریزی کرنے کو ذرا بھی گناہ نہیں سمجھتے حالانکہ آبرو کا مرتبہ مال سے زیادہ ہے۔ مال ہاتھ کا میل ہے آنی جانی چیز ہے اس کا چلا جانا اتنی بڑی مصیبت نہیں ہے جتنی بڑی مصیبت بے آبرو ہو جانا ہے۔ وفی ذالک قیل

اصون عرضی بمالی لا ادنسہ

لا بارک اللّٰہ بعد العرض فی المال

مسلمانوں کی عزت وحرمت کتنی بڑی ہے:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے ہیں اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبتیں نہ کرو اور ان کے عیبوں کے پیچھے نہ پڑو۔ کیونکہ جو شخص ان کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیبوں کے پیچھے پڑے گا۔ (یعنی ان کو کھول دے گا) اور اللہ تعالیٰ جس کے عیبوں کا پیچھا کرے گا۔ اس کو رسوا فرما دے گا اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر ہو۔ (سنن ابی داؤد)

تفسیر ابن کثیر ص ۲۱۲ ج ۴ میں یہ حدیث بحوالہ امام ابن ماجہ حضرت ابن عمرؓ سے بھی نقل کی ہے۔ حدیث مرفوع نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ کعبہ معظمہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیا ہی باعظمت ہے تو اور کیا ہی عظیم ہے تیری حرمت، اور یہ بات ضرور ہے کہ مومن کی حرمت اللہ کے نزدیک تیری حرمت کے مقابلے میں عظیم تر ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کی غیبت میں مبتلا ہوں اور ان کے عیبوں کے پیچھے لگیں ان کو حضور اقدس ﷺ نے یوں خطاب فرمایا کہ اے وہ لوگو! جو زبانی طور پر مسلمان ہوئے اور ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اس انداز بیان میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کی غیبت کرنے والا اور ان کے عیبوں کے پیچھے پڑنے والا (یعنی عیبوں کی تلاش اور ٹوہ میں رہنے والا) مسلمان نہیں ہو گا بلکہ ایسی حرکت منافق ہی سے سرزد ہو سکتی ہے جو زبان سے مسلمان ہوتا ہے دل سے مسلمان نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ" دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ۔ (مسلم) یعنی مسلمان کا مسلمان پر سب کچھ حرام ہے اس کا خون بھی، مال بھی، اور اس کو بے آبرو کرنا بھی۔

مسلمانوں کا خون مال آبرو سب محترم ہیں:۔ جامع ترمذی میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات کے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اِنَّ دِمَائَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ" كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِيْ بَلَدِكُمْ هٰذَا۔ یعنی تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تمہارے درمیان آپس میں ایک دوسرے پر حرام ہیں (نہ کسی کا خون بہاؤ نہ ناجائز طریقہ پر مال لو، نہ کسی کی بے آبروئی کرو اور ان کی حرمت ایسی ہی ہے جیسی آج کے دن کی حرمت ہے اور اس شہر کی حرمت ہے۔ (ترمذی باب ما جاء،

فی تحریم الدماء والاموال)

بہت سے لوگوں کا ذریعہ معاش ہی یہ ہوتا ہے کہ دوسروں کی غیبتیں کیا کریں اور لوگوں پر کیچڑ اچھالا کریں۔ سیاسی جماعتوں اور صحافت سے تعلق رکھنے والوں کا تو یہ خصوصی مشغلہ اور پیشہ ہے۔ اور بہت لوگ درباری ہوتے ہیں۔ اس رئیس کے یہاں گئے تو اس سے پرخاش رکھنے والے کی غیبت کر کے روٹی کھالی اور اس امیر کے یہاں گئے تو اس کے یہاں کسی پر کیچڑ اچھالی اور پرانی شیروانی اس کے عوض لے اڑے، صرف دنیا سامنے ہے آخرت کا فکر ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی مسلمان کی غیبت کے ذریعہ کوئی لقمہ کھایا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے اتنا ہی لقمہ کھلائے گا اور جس کسی کو کسی مسلمان کی غیبت کی وجہ سے کپڑا پہنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی قدر جہنم سے (کپڑا) پہنائے گا اور جو شخص کسی شخص کی وجہ سے شہرت یا ریاکاری کے مقام پر کھڑا ہوا (یعنی کسی کو بڑا بزرگ اور شیخ ظاہر کرے اور اس کو اپنی اغراض کا ذریعہ بنالے) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو (رسوا کرنے کے لئے) ریا اور شہرت کے مقام پر کھڑا کرے گا۔ (تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص ایسا تھا۔ (اخرجہ ابو داؤد)

کسی کی غیبت کرنا، عیب لگانا، عیب کو ظاہر کرنا، گالی دینا تہمت لگانا ناحق ڈانٹنا، جھڑکنا وغیرہ۔ یہ سب بے آبرو کرنے کی صورتیں ہیں جن میں بعض کا ذکر گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے اور بعض کا تذکرہ آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

...... حضرت زینبؓ اور حضرت صفیہؓ کا واقعہ ......

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهَا قَالَتْ اِعْتَلَ بَعِيْرٌ لِصَفِيَّةَ وَعِنْدَ زَيْنَبَ فَضْلُ ظَهْرٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّي عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِزَيْنَبَ اَعْطِيْهَا بَعِيْرًا فَقَالَتْ اَنَا اُعْطِيْ تِلْكَ الْيَهُوْدِيَّةَ فَغَضِبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَهَا ذَا الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمِ وَبَعْضَ صَفَرَ۔ (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے موقع پر ام المومنین حضرت صفیہؓ کا (سواری کا) اونٹ بیمار ہو گیا، اس وقت آنحضرت ﷺ کی دوسری بیوی (ام المومنین) حضرت زینبؓ کے پاس ضرورت سے زیادہ سواری تھی، حضور اقدس ﷺ نے (بطور سفارش) ان سے فرمایا کہ صفیہؓ کو ایک اونٹ دے دو۔ اس پر حضرت زینبؓ نے کہا کیا میں اس یہودی عورت کو

(اپنا اونٹ) دے دوں؟ یہ کلمہ آنحضرت ﷺ کو سخت ناگوار ہوا اور (سخت ناگواری کی وجہ سے) آپ نے پورا ماہ ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ ایام گزرنے تک (یعنی دو ڈھائی مہینہ) حضرت زینبؓ سے (کلام سلام کا) تعلق چھوڑے رکھا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۹ از ابوداؤد)

تشریح: حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ اور حضرت صفیہؓ حضور اقدس ﷺ کی بیویاں ہیں۔ حضرت زینبؓ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی کی لڑکی تھیں اور حضرت صفیہؓ ہارونؑ کی نسل سے تھیں ان کا باپ حُیی بن اخطب یہودی تھا پہلے ان کا کنبہ بلکہ پورا قبیلہ (بنی نضیر) مدینہ منورہ ہی رہتا تھا، ان کے قبیلہ کو رسول اکرم ﷺ نے جلاوطن کر دیا تھا جس کا ذکر سورۂ حشر کے پہلے رکوع میں اور احادیث شریفہ میں موجود ہے اور تاریخ و سیرت کی کتابوں میں مفصل حال لکھا ہے یہ لوگ جلاوطن ہو کر خیبر جا کر آباد ہو گئے۔ وہاں بھی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں سے باز نہ آئے۔ لہٰذا ۷ھ میں رسول اکرم ﷺ نے اپنے لشکر کے ساتھ خیبر کا سفر کیا اور خیبر فتح ہوا، اس موقع پر حضرت صفیہ قیدیوں میں آ گئی تھیں۔ پھر انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔

چونکہ حضرت صفیہؓ یہودی باپ کی بیٹی تھیں اس لئے بطور طعنہ حضرت زینبؓ نے ان کو یہودیہ کہہ دیا تھا ظاہر ہے کہ یہ طرز گفتگو اسلام میں ہرگز گوارا نہیں ہے کیونکہ اس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے حضرت زینبؓ کے اس طنزیہ کلمہ پر سرور عالم ﷺ نے اتنا برا منایا کہ دو ڈھائی مہینے تک حضرت زینبؓ سے بات چیت اور سلام کلام بند[1] رکھا۔ ایک شریف عورت کے لئے کیسی سخت سزا ہے کہ اس کا شوہر اس سے عرصۂ دراز تک بات نہ کرے اور شوہر بھی کون؟ اللہ کا پیارا رسول رحمۃ للعالمین ﷺ جن کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی ہے جن کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی ہے۔

کسی مسلمان سے کلام بند کرنا سخت گناہ ہے۔ لیکن دینی ضرورت سے کسی گناہ پر سزا دینے کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ سید عالم ﷺ نے حضرت زینبؓ کو بھی سزا دی اور سلام ترک کر کے ان کے ناگوار کلمہ پر شدید ناگواری کا اظہار فرمایا، ایسا کرنے سے حضرت زینبؓ کو بھی تنبیہ ہوئی اور حضرت صفیہؓ کی بھی دلداری ہوگی۔ فصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ من بعث لتکمیل

[1] یہ واقعہ حجۃ الوداع کا ہے ۱۲۔

مکارم الاخلاق و محاسن الاعمال والافعال

تقویٰ مدار بزرگی ہے:۔ حقیقی شرف اعمال صالحہ اور تقویٰ سے ہے، جب کسی نے اسلام قبول کرلیا تو وہ اللہ کا پیارا ہوا۔ اگر تقویٰ اور اعمال صالحہ میں ترقی کرے تو پرانے مسلمانوں سے بڑھ کر بارگاہ خداوندی میں مقرب ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ بزرگ تر وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہو)۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ۔اِنَّکَ لَسْتَ بِخَیْرٍ مِّنْ اَحْمَرَ وَلَا اَسْوَدَ اِلَّا اَنْ تَفْضُلَہٗ بِتَقْوٰی (مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۳) یعنی تو کسی کالے یا گورے سے بہتر نہیں ہے، ہاں اگر کسی سے تقویٰ میں بڑھ جائے تو افضل ہوسکتا ہے کسی مسلمان کو یہ عار دلانا کہ کافر کا بچہ ہے، یہودی زادہ ہے، ہندو کا لڑکا ہے۔ نصرانی کی اولاد ہے، جاٹ ہے، چمار کا پوت ہے، ایسا ہے ویسا ہے یہ سب گناہ ہے۔ اور سخت ممنوع ہے، اسلام کی اس میں بالکل گنجائش نہیں ہے۔

......غیبت کسے کہتے ہیں اور اسکی مضرت کیا کیا ہے......

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ قَالُوا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ قِیْلَ اَفَرَاَیْتَ اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ قَالَ اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدِ اغْتَبْتَہٗ وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (ایک مرتبہ صحابہؓ سے) فرمایا کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ حضرات صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا (غیبت یہ ہے کہ) تو اپنے بھائی کو اس طریقہ سے یاد کرے جو اسے برا لگے۔ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر وہ بات میرے بھائی میں موجود ہو جو بیان کر رہا ہوں (تو اس کا کیا حکم ہے؟) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تو نے اپنے بھائی کے حق میں وہ کہا (جو عیب اس میں ہے) تب تو نے اس کی غیبت کی اور اگر تو نے اس کے بارے میں وہ بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو تو نے اسے بہتان لگایا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۲ از مسلم)

کسی میں عیب اور برائی ہوتے ہوئے کرنا غیبت ہے اگر عیب اور برائی نہ ہو پھر بیان کرے تو تہمت ہے:

تشریح: اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اس طرح سے کیا جائے کہ اسے ناگوار ہو اور ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کسی کی برائی کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ ہم نے غلط تو نہیں کہا؟ جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی عیب کسی کے اندر موجود ہو پھر اس کو بیان کرو گے تو غیبت ہوگی اور اگر اس کے اندر وہ خرابی اور عیب و برائی نہیں ہے جو بیان کر رہے ہو تو یہ بہتان ہوا جو غیبت سے بھی سخت ہے۔ بعض جاہل کہتے ہیں کہ میں اس کے منہ پر کہہ دوں گا یا میں نے اس کے منہ پر کہا ہے۔ پیٹھ پیچھے غیبت نہیں کی ہے یہ دلیل شیطان نے سمجھائی ہے اس دلیل سے غیبت کرنا جائز نہیں ہو جاتا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ غیبت یہ ہے کہ کسی کا ذکر اسطرح کیا جائے کہ اُسے ناگوار ہو معلوم ہوا کہ گناہ کی بنیاد دل دکھانے اور ناگواری ہونے پر ہے۔ سامنے برائی کی جائے۔ تب گناہ ہے منہ پر کہا جائے تب گناہ ہے۔ علماً نے فرمایا ہے کہ کسی کے گناہ کا ذکر کرنا، کپڑے میں عیب بتانا، نسب میں کیڑے ڈالنا، برے القاب سے یاد کرنا، اسکی اولاد کو کالا بے ڈھنگا بتانا اور ہر وہ چیز جس سے دل دکھے یہ سب حرام ہے اور غیبت میں داخل ہے۔

عورتوں کو غیبت کا خاص ذوق ہوتا ہے:۔ عورتوں میں بڑا مرض ہے کہ بات بات میں نام دھرتی ہیں اور طعن و تشنیع کرتی ہیں جہاں دو چار مل کر بیٹھیں عیب لگانے شروع کردیئے۔ فلاں کالی ہے اور وہ چندھی ہے، اسے خاندان کے رسم و رواج کا علم نہیں ہے۔ نہ کپڑا لینا جانتی نہ کاٹنا۔ بس پان کھاتی رہتی ہے، پھوڑیا ہے، ایسی ہے ویسی ہے، یہ سب باتیں سراسر غیبت ہیں۔

غیبت کرنا مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے:

قرآن مجید میں ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے

ہیں اور سراغ مت لگایا کرو اور تم میں کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا بہت مہربان ہے۔

غور فرمائیں قرآن مجید کی اس آیت میں غیبت کرنے کو اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے۔ پس جب کسی کی غیبت کی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے موت کے بعد اس کا گوشت کھانے سے طبعاً نفرت ہے۔ اسی طرح اس کی غیبت سے سخت نفرت ہونی چاہیے۔

تفسیر ابن کثیر میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس نے (غیبت کر کے) دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا آخرت میں اس کا (جسم والا گوشت) غیبت کرنے والے کے قریب کیا جائے گا۔ اور کہا جائے گا کہ اس کو کھالے۔ اس حالت میں کہ وہ مُردہ ہے جیسا کہ تو نے اس کا زندگی کی حالت میں گوشت کھایا تھا۔ اس کے بعد وہ اس گوشت کو کھائے گا اور چیختا جائے گا اور اپنا منہ بگاڑتا جائے گا۔[1]

دو روزہ دار عورتوں کا عجیب واقعہ:۔ حضرت عبیدؓ سے روایت ہے کہ دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا۔ ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ یہاں دو عورتیں ہیں جنہوں نے روزہ رکھا ہے اور قریب ہے کہ وہ پیاس سے مر جائیں۔ یہ سن کر آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ وہ شخص دوپہر کے وقت پھر آیا اور عرض کیا۔ یا نبی اللہ، اللہ کی قسم وہ مرچکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں آپؐ نے فرمایا ان دونوں کو بلاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں حاضر ہوگئیں اور ایک پیالہ لایا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے ان میں سے ایک عورت سے فرمایا قے کر۔ چنانچہ اس نے قے کی تو پیپ اور خون اور گوشت (کے ٹکڑے) نکلے جس سے آدھا پیالہ بھر گیا۔ پھر دوسری عورت کو قے کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس نے بھی پیپ اور خون اور آدھ کچرے گوشت وغیرہ کی قے کی۔ یہاں تک کہ پورا پیالہ بھر گیا۔ آپؐ نے فرمایا ان دونوں نے حلال چیزوں کو چھوڑ کر روزہ رکھ لیا۔ اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی تھیں ان کے چھوڑنے کا روزہ نہ رکھا (بلکہ اس میں مشغول رہیں) ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھی اور دونوں لوگوں کے گوشت کھاتی رہیں (یعنی غیبت کرتی

---

[1] کذا فی تفسیر ابن کثیر عن ابی یعلی وقال غریب جدا و ذکره الغزالی فی الا

حیاء ایضا قال العراقی اخرجه ابن مردویه فی التفسیر مرفوعا و موقوفا و فیه محمد

ابن اسحاق رواه العنة ۱۲۱ ۔

رہیں)۔ ؎۱

حضرت ماعز اسلمیؓ کا واقعہ:۔ حضرت ماعز اسلمیؓ ایک صحابی تھے ان سے ایک مرتبہ گناہ (یعنی زنا) صادر ہو گیا۔ انہوں نے بارگاہ رسالت میں آکر چار مرتبہ اپنے گناہ کا اقرار کیا۔ ہر بار آپ ان کی طرف سے بے توجہی برتتے رہے لیکن وہ برابر اقرار کرتے رہے پھر آپ نے فرمایا کہ اس بات کے کہنے سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے پاک فرما دیں اس پر آپ ﷺ نے اس کو سنگسار کرنے یعنی پتھروں سے مارنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان کو سنگسار کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہؓ میں سے دو آدمیوں کی یہ بات سنی کہ ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ اس کو دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی۔ پھر اس کے نفس نے نہیں چھوڑا یہاں تک کہ (اس نے خود ہی آکر گناہ کا اظہار اور اقرار کیا اور) اس کو سنگسار کر دیا گیا جیسے کتے کو سنگسار کیا جاتا ہے ان کی یہ بات سن کر اس وقت آپؐ نے خاموشی اختیار فرمائی پھر تھوڑی دیر چلتے رہے یہاں تک کہ ایک مردہ گدھے پر گزر ہوا، جس کی ٹانگ اوپر کو اٹھی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ان دونوں شخصوں کو بلایا (جنہوں نے مذکورہ کلمات کہے تھے) اور فرمایا کہ فلاں فلاں کہاں ہیں، ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم حاضر ہیں، فرمایا تم دونوں اُترو اور اس مردہ گدھے کی لاش میں سے کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا اے اللہ کے نبی اس میں سے کون کھائے گا۔؟ فرمایا جو تم نے ابھی اپنے بھائی کی بے آبروئی کی (یعنی غیبت کی اور برا کہا) وہ اس کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ بلاشبہ یہ شخص (یعنی حضرت ماعزؓ اپنی سچی توبہ اور ندامت کی وجہ سے) جنت کی نہروں میں گوغوطے لگا رہا ہے۔ (سنن ابوداؤد)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسْبُكَ مِنْ صَفِيَّةَ كَذَا وَكَذَا تَعْنِيْ قَصِيْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ قَالَتْ وَحَكَيْتُ لَهُ إِنْسَانًا فَقَالَ مَا أُحِبُّ أَنِّيْ حَكَيْتُ إِنْسَانًا وَأَنَّ لِيْ كَذَا وَكَذَا (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ کسی موقع پر) رسول اکرم ﷺ سے

؎۱ قال البیھقی فی مجمع الزوائد ۱۷۱ ج۳ رواہ احمد و رواہ ابو یعلی نحوہ و فیہ رجل لم یسم ۱۲.

عرض کر دیا کہ صفیہ بس اتنی سی ہے۔ (یعنی اس کے حسن وغیرہ کی کوئی مزید خامی بتانے کی ضرورت نہیں ہے پستہ قد ہونا ہی کافی ہے) یہ سن کر رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ تو نے ایسا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کو بھی بگاڑ ڈالے، یہ واقعہ بتا کر حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ حضور انور ﷺ کے سامنے ایک آدمی کی نقل اتاری۔ اس پر سید المرسلین ﷺ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ کسی شخص کی نقل اتاروں اگرچہ مجھے ... کرنے پر (دنیا کی) اتنی دولت مل جائے۔ (سنن ابو داؤد ۳۱۲ ج ۲ باب فی الغیبۃ)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی کے قد و قامت، ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کو عیب دار بتانا (اگرچہ عیب دار ہو) اور کسی کی بات یا چال ڈھال کی نقل اتارنا گناہ ہے اور سخت ممنوع ہے عام طور سے کسی کے ہکلانے یا لنگڑا کر چلنے یا تو تلانے یا نظر ...انے کی نقل اتاری جاتی ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں سمجھا جاتا۔ جس کی وجہ سے سخت گناہ گار ہوتے ہیں چونکہ یہ گناہ حقوق العباد سے ہے اس لئے جب تک بندہ سے معافی نہ مانگی جائے توبہ سے بھی معاف نہ ہوگا۔

کسی کو پستہ قد بتانے پر تنبیہ: ۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہؓ کے قد کی کوتاہی کو خاص انداز میں ذکر کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا خراب کلمہ ہے کہ اگر اس کو جسم کی صورت دے کر سمندر میں گھول دیا جائے تو سمندر کو بھی گدلا کر کے رکھ دے اور اسکے موجودہ رنگ و بو اور مزہ کو بدل ڈالے۔

حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد ہمارے لئے کس قدر باعث عبرت ہے؟ ہر شخص غور کر لے کہ کتنے انسانوں کے اعضاء جسم میں اب تک کیڑے ڈالے ہیں اور کتنے لوگوں کی چال ڈھال کو عیب دار بتایا ہے۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو لنگڑے کو لنگڑا کہا ہے اور بہرہ کو بہرہ، چندھے کو چندھا اور اندھے کو اندھا کہہ کر بلایا ہے اور یہ بات حقیقت اور واقعہ کے خلاف نہیں ہے۔ جھوٹ ہوتا تو قابل گرفت ہوتا؟ مگر یہ حیلہ شرعاً بالکل بے معنی ہے۔ حدیث ۲۵ کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ گناہ کا مدار ناگواری پر ہے، بات کے جھوٹا سچا ہونے پر نہیں ہے، دیکھو حضرت عائشہؓ نے جو قد چھوٹا بتایا غلط بات نہ تھی، پھر حضور اقدس ﷺ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔

غیبت سننا بھی حرام ہے: ۔ غیبت بہت بری بلا ہے جس طرح غیبت کرنا منع ہے، غیبت

سننا بھی منع ہے اور آخرت میں اس کا وبال بہت ہی بڑا ہے۔ بعض مردوں اور عورتوں کو دیکھا گیا ہے کہ غیبت کا ان کو ایسا چسکہ لگ جاتا ہے کہ ہر مجلس اور ہر موقعہ میں غیبت ہی کرتے یا سنتے رہتے ہیں جب تک کسی کی غیبت نہ کریں ان کی روٹی ہی ہضم نہیں ہوتی کسی کی زبان سے غیبت کردی، اور کسی کی آنکھ کے اشارے سے اور کسی کی نقل اُتار کر، کسی کی خط میں لکھ کر، اور کسی کی اخبار میں مضمون دے کر، غیبت کے شوقین مردوں کو بھی نہیں بخشتے، جو لوگ اس دنیا سے گذر گئے ہیں ان کی بھی غیبتیں کرتے ہیں حالانکہ یہ اس اعتبار سے بہت خطرناک ہے کہ دنیا میں نہ ہونے کی وجہ سے ان سے معافی نہیں مانگی جاسکتی پھر اس میں دہرا گناہ ہے کیونکہ میت کی غیبت کے ساتھ ان لوگوں کی دل آزاری بھی ہوتی ہے جو مرنے والے سے نسب کا یا کسی طرح طرح کی نسبت کا تعلق رکھتے ہیں جو شخص دنیا سے چلا گیا اگر اس کا کوئی مالی حق رہ گیا ہو تو وہ اس کے وارثوں کو دے کر جان چھوٹ سکتی ہے۔ لیکن مرنے والے کی غیبت کو وارث بھی معاف نہیں کر سکتے۔ غیبت کرنے یا سننے میں جو نفس کو مزہ آتا ہے اس مزہ کا نتیجہ جو آخرت میں بصورتِ عذاب ظاہر ہوگا۔ جس طرح کسی کا مالی حق دبا لینے یعنی روپیہ پیسہ یا کوئی چیز غیر شرعی طور پر قبضہ کر لینے سے میدان قیامت میں نیکیوں اور گناہوں سے لین دین ہوگا۔ اس طرح جس نے کسی کی غیبت کی ہوگی یا غیبت سنی ہوگی یا کسی بھی طرح سے کسی کی بے آبروئی کی ہوگی ان سب صورتوں میں نیکیاں دینی پڑیں گی اور دوسرے کے گناہ سر لینے ہوں گے جیسا کہ حدیث ۳۴ میں یہ مضمون آرہا ہے۔ انشاء اللہ

ہوش مند بندے وہی ہیں جو اپنی زبان پر قابو رکھتے ہیں تیری میری برائی میں نہیں پڑتے نہ غیبت کرتے ہیں نہ غیبت سنتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خوب زیادہ ذکر و تلاوت میں مشغول رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ غیبتوں اور تہمتوں سے بچنے کا اہتمام نہیں کرتے اس لئے اپنی ساری نیکیوں کو اپنے حق میں مٹی کر دیتے ہیں جن کے حق دبائے غیبتیں کیں یا غیبتیں سنیں، یہ بھاری بوجھل نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور ان کے گناہ اپنے سر پر اٹھائیں گے اور اس وقت حیران کھڑے رہ جائیں گے اور دوزخ کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ عوف نامی ایک شخص تھے وہ حضرت ابنِ سیرینؒ کے پاس گئے اور حجاج بن یوسف کی کچھ برائی کردی۔ حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ منصف اور عادل ہے جو حجاج کی غیبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے بھی بدلہ دلائے گا۔ جیسا کہ حجاج سے ان لوگوں کو بدلہ دلائے گا جن پر حجاج نے ظلم کیا (تم کو اپنی فکر کرنا لازم ہے) کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرو گے تو تم کو اپنا سب

سے چھوٹا گناہ حجاج کے سب سے بڑے گناہ سے بھی بڑا معلوم ہوگا[1] (کیونکہ چھوٹے گناہ پر بھی مواخذہ ہوسکتا ہے)۔

حضرت امام غزالیؒ احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں کہ بدترین غیبت عبادت گزاروں کی ہے۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ بظاہر یہ بتاتے ہیں کہ ہم غیبت سے بچ رہے ہیں حالانکہ جس کو غیبت سے بچنا سمجھتے ہیں درحقیقت وہ غیبت ہوتی ہے۔ اور اس کی مثال یہ لکھی ہے کہ دوسروں پر طنز کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں بادشاہوں کے پاس جانے میں مبتلا نہیں فرمایا اور طالب دنیا نہیں بنایا یا یوں کہتے ہیں کہ ہم بے حیائی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں ایسا کہنے میں لفظوں میں کسی کی غیبت نہیں ہے لیکن ان باتوں کے سنانے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ ان چیزوں میں مبتلا ہیں۔ دوسروں کے سامنے ان کا یہ عیب ظاہر کردیں اور اشاروں سے سمجھا دیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے غیبت نہیں کی۔ حالانکہ غیبت بھی کردی اور ریا کاری کا بھی مظاہرہ کردیا یعنی اپنے عمل کی تعریف کردی اسی طرح بعض لوگ تعریف کے پیرایہ میں غیبت کر جاتے ہیں۔ مثلاً یوں کہتے ہیں کہ فلاں شخص پہلے عبادات میں بہت آگے آگے تھا لیکن اب سستی آگئی ہے اور ایسی چیزوں میں مبتلا ہوگیا جس میں ہم سب لوگ مبتلا ہوجاتے ہیں، ایسا کہنے میں کسی مخصوص آدمی کی برائی اور اپنی تعریف مقصود ہوتی ہے۔ اپنے کو عبادت گذاروں میں شامل کردیا۔ اور بات اس انداز سے کی جیسے اپنی برائی کررہے ہوں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس میں غیبت اور ریا کاری اور اپنے نفس کا تزکیہ تین چیزیں موجود ہیں یہ تینوں گناہ ہیں۔ لیکن کہنے والا یہی سمجھتا ہے کہ میں نے کوئی بھی گناہ نہیں کیا۔ امام غزالیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ غیبت سننے اور دوسرے سے کرید کر نکالنے کے لئے بھی بعض کلمات استعمال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص نے کسی کی ذرا سی غیبت کی تو سننے والا کہے گا یہ تو عجیب بات ہے میں تو اس کو اب تک اچھا ہی سمجھتا تھا اور جو تم نے بتایا اس کے خلاف جانتا تھا یہ الفاظ تو بظاہر اظہار تعجب اور گویا ایک طرح کی ہمدردی پر مشتمل ہیں لیکن حقیقت میں یہ غیبت کرنے والے کی تصدیق ہے اور اس طرح سے اس کی زبان سے مزید باتیں اگلوانے کے لئے آفرین اور شاباش ہے۔ بظاہر اس میں غیبت نہیں لیکن غیبت کی تصدیق ہے اور غیبت سن کر خاموش ہوجانے والا اور سننے والا غیبت کرنے والے کے گناہ میں شریک ہوتے ہیں۔ امام غزالیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ غیبت زبان ہی پر منحصر نہیں ہے

[1] احیاء العلوم ۱۲۔

بلکہ کنایۃً کتابۃً بھی غیبت ہوتی ہے۔ہاتھ کا اشارہ، آنکھ کا اشارہ ان سب سے غیبت ہوتی ہے۔اسی طرح سے کسی لنگڑے کی نقل اتارتے ہوئے لنگڑا ہو کر چلنا (یا چندھے کی نقل اُتارنے کیلئے آنکھیں میچ کر بات کرنا) بھی غیبت ہے بلکہ زبان کی غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ اس میں لنگڑے کی نقل اتارتے ہوئے لنگڑا ہو کر چلنا (یا چندھے کی نقل اُتارنے کے لئے آنکھیں میچ کر بات کرنا) بھی غیبت ہے بلکہ زبان کی غیبت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ اس میں لنگڑا ہونے کی تصویر اور تفہیم بھی ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے: وَیۡلٌ " لِکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُمَزَۃٍ یعنی بڑی خرابی ہے ہمزہ اور لمزہ کے لئے۔حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ھُمَزَہ طعن کرنے والا اور لُمَزَہ بہت عیب لگانے والا۔حضرت ربیع بن انسؓ نے فرمایا کہ اور لُمَزَۃٌ وہ ہے جو آنکھ سے اشارہ کر کے عیب بتانے والا اور حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ ھُمَزَہ وہ ہے جو کہ ہاتھوں سے اور آنکھ سے اشارہ کرے اور لُمَزَۃٌ وہ ہے جو زبان سے عیب لگائے۔ان سب اقوال سے معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں میں زبان سے غیبت کرنے والے اور ہاتھ اور آنکھ کے اشارے سے غیبت کرنے والے کی خرابی بتائی ہے۔بعض لوگ زبان کے لفظوں سے غیبت نہیں کرتے بلکہ کسی کے عیب کی طرف زبان نکال کر اشارہ کر دیتے ہیں۔اور بعض لوگ پاؤں کا انگوٹھا ہلا دیتے ہیں۔یہ سب چیزیں غیبت میں شامل ہیں جس کی طرف ذہن بھی نہیں جاتا۔

حضرت امام غزالیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ دل سے بھی غیبت ہوتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ کسی کے بارے میں یہ گمان کر کے یہ طے کر لے کہ وہ ایسا ہے۔وسوسے اور خیالات تو آتے رہتے ہیں ان پر مواخذ نہیں ہے لیکن دل میں کسی کے بارے میں دیکھے اور کسی مخبر صادق کی اطلاع کے بغیر کسی برائی کا یقین کر لینا گناہ ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ " ۔(یعنی بعض گمان گناہ ہوتے ہیں) اور ایسے گمانوں کے حرمت کی وجہ یہ ہے کہ دلوں کے بھیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔لہذا تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی کے بارے میں کسی برائی کا یقین کر لو۔جب تک کہ تمہارے پاس ایسا علم نہ آجائے جس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو۔بغیر علم یقینی کے کسی کی برائی کا یقین کر لینا شیطان کی تلقین سے ہوتا ہے۔شیطان کی تکذیب کے بجائے تصدیق کرنا ظاہر ہے کہ گناہ ہے کیونکہ وہ تو افسق الفساق ہے۔

جو غیبت کی ہے یا سنی ہے اس کی معافی مانگ کر اس سے سبکدوش ہو جائے

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ آئندہ کے لئے غیبت کرنے، غیبت سننے، تہمت لگانے، گالی دینے، کسی کی نقل اتارنے، کسی کا مذاق بنانے سے اپنی حفاظت کرے اور جن لوگوں کے حقوق دبائے ہیں یا غیبتیں کی یا سنی ہیں یا کسی کے حق میں کسی بھی طرح سے آگے یا پیچھے سے کوئی کلمہ ایسا کہا ہے جو ناگواری کا باعث ہو تو ان سب سے معافی مانگے۔ اگر ملاقات ہونے کی صورت نہ ہو تو خط کے ذریعہ معافی طلب کرے۔ اگر کوئی شخص مر گیا ہو تو مالی حق اس کے وارثوں کو دیدے۔ اور دوسری چیزوں کی معافی کے واسطے مرنے والوں کے لئے اتنی زیادہ دعائے مغفرت کرے جس سے یقین ہو جائے کہ اس کی جو غیبت اور برائی کی تھی یا غیبت سنی تھی یا تہمت لگائی تھی اس کی تلافی ہو گئی۔ بعض علماً نے یوں فرمایا ہے کہ جس کی غیبت کی یا سنی اگر اسے پتا چل گیا ہو تو اس سے معافی مانگ لے اور اگر اسے پتہ نہ چلا ہو تو اسے بتائے بغیر اس کے لئے اس قدر دعائے مغفرت کرے کہ غیبت وغیرہ کی پوری طرح سے تلافی ہو جائے۔

جس کی غیبت ہو رہی ہو اس کی طرف سے دفاع کرے ورنہ اُٹھ جائے

ہمارے ایک استاد غیبت سے بچنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ کسی کا اچھا تذکرہ بھی اپنی مجلس میں نہیں ہونے دیتے تھے وہ فرماتے تھے کہ آج کل کسی کی تعریف کے کلمات کہنا بھی مشکل ہے اگر کوئی شخص کسی کے حق میں اچھے کلمات کہنا شروع کر دے تو فوراً ہی دوسرا شخص اس کی برائی شروع کر دیتا ہے۔ پھر سب حاضرین غیبت سننے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا کہ ابو حنیفہ غیبت سے کس قدر دور ہیں۔ ان کو تو کبھی کسی دشمن کی غیبت کرتے ہوئے (بھی) نہیں سنا۔ اس پر حضرت سفیانؒ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ بڑے عقلمند ہیں اپنی نیکیاں دوسروں کو دینے کا کام نہیں کرتے۔ (تہذیب الاسماء اللغات)

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ غیبت کرنا، غیبت سننا دونوں گناہ کبیرہ ہیں۔ لہٰذا اگر کسی موقع پر کسی کی غیبت ہونے لگے تو حاضرین کو چاہئے کہ اس کو روکیں اور جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کا پارٹ لیں۔ اگر تردید کرنے کی قدرت نہ ہو دل سے بُرا سمجھتے ہوئے وہاں سے اُٹھ جائیں۔ اُٹھنا تو اپنے اختیار میں ہے۔ غیبت سننے کے لئے کوئی مجبور نہیں کرتا جیسا کہ غیبت کرنے والے کے لئے بھی کوئی مجبوری نہیں ہوتی۔ دوزخ کی آگ کا تصور کریں تو ہر گناہ چھوڑنا

آسان ہو جاتا ہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی گئی اور وہ اس کی مدد کرنے پر قدرت رکھتے ہوئے مدد کرتا ہے۔ (یعنی اس کی حمایت کرتا ہے اور اس کی طرف سے دفاع کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کو روک دیتا ہے)۔ تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اگر قدرت ہوتے ہوئے مدد نہ کی تو دنیا و آخرت میں گرفت ہوگی۔ (مشکوٰۃ)

جس کی غیبت ہو رہی ہے اس کی طرف سے دفاع کرنے کا اجر:۔ حضرت اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کے گوشت کی طرف سے دفاع کیا جو غیبت کے ذریعہ کھایا جا رہا تھا تو اللہ جل شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ اس کو دوزخ سے آزاد فرمائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابو الدرداؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی کوئی مسلمان اپنے بھائی کی آبرو کی طرف سے دفاع کرے (یعنی اس کی آبرو کے موقعہ پر جو غیبت وغیرہ کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ اس کی حمایت کرے اور جو لوگ بے آبروئی کر رہے ہیں ان کی کاٹ کرے) اللہ جل شانہٗ کے ذمہ ہوگا کہ قیامت کے دن دوزخ کی آگ کو اس سے دور فرمائے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک آیت تلاوت فرمائی۔ وکان حقا علینا نصر المومنین

چغل خور کی مذمت

وَعَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ الْبُرَءَ الْعَنَتَ (رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت اسماء بنت یزیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ بلا شبہ اللہ کے اچھے بندے وہ ہیں جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے۔ اور اللہ کے برے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے ہیں۔ (اور چغلی کی وجہ سے) محبت کرنے والوں میں جدائی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور جو لوگ برائی سے بیزار ہیں۔ ان کے لئے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵ از احمد بیہقی)

تشریح: اس حدیث مبارک میں چغلی کی مذمت فرمائی ہے اور جو لوگ چغلی کرتے

پھرتے ہیں ان کو بُرے انسانوں میں شمار فرمایا اور فرمایا کہ یہ لوگ چغلی کھا کھا کر اہل محبت اور اہل تعلق میں جدائی پیدا کرنے کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔ اور جو لوگ شر اور فساد سے بری ہیں ان کے درمیان فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے۔ جو چغلی کھاتا ہے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کی بُری حرکت اور [illegible]ت سے اچھے خاصے اہل محبت اور اہل وفاء میں جنگ ہو جاتی ہے۔ دلوں میں بغض اور نفرت کے شعلے بھڑک کر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں۔ چغل خور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ و جدل کی آگ کو سلگاتا ہے۔ لوگوں میں لڑائی ہوتی دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔ گویا اس نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ لیکن وہ یہ نہ جانتا کہ دوسروں کے لئے جو لڑائی کی آگ سلگائی اس سے اپنی قبر میں انگارے بھی بھر دیے ایک مرتبہ حضور اقدس کا دو قبروں پر سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بری چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہے۔ (کہ جس کے چھوڑنے پر مشکل اٹھانی پڑتی اگرچہ گناہ میں وہ بڑی چیز ہے) اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا شخص چغلی لے کر چلتا تھا۔ (یعنی فساد کے لئے اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر لے کر جاتا تھا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲)

عذابِ قبر کے دو بڑے سبب:۔ اس حدیث کے پیش نظر علماء نے بتایا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا (یعنی استنجا نہ کرنا اور بدن پر پیشاب کے چھینٹے آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا[1]۔ اور چغلی کھانا عذاب قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّات " ۔ (یعنی جو شخص کسی کی بات سن کر اس میں ملاوٹ کر کے لگائی بجھائی کرے اور اِدھر کی اُدھر پہنچائے۔ جنت میں داخل نہ ہوگا) اور ایک حدیث میں قتّات " کی جگہ نَمَّام " آیا ہے۔ نمام چغل خور کو کہتے ہیں اور بعض علماً نے قتات اور نمام میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو پھر (وہاں سے اٹھ کر) چغلی کھائے۔ اور قتات وہ ہے جو چپکے سے بات سن لے جس کا بات کرنے والوں کو پتہ بھی نہ ہو اس

---

[1] جاء مصرحا فی بعض الرّوایات من هذه القصة اما احدهما فکان لا یستتر من البول ۱۲۔

کے بعد چغلی کھائے۔ جب کسی مجلس میں موجود ہو خواہ اس مجلس میں ایک دو آدمی ہی ہوں وہاں اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو منع کر دے اور نہ روک سکے تو وہاں سے اُٹھ جائے اور مجلس میں جو باتیں ہوں ان کو مجلس سے باہر کسی جگہ نقل نہ کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں۔ (کسی مجلس میں جو بات کان میں پڑے اس کو اِدھر اُدھر نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے۔ اور گناہ ہے)۔ ہاں اگر مجلس میں کسی جان کو قتل کرنے کا مشورہ ہوا ہو یا زنا کاری کا مشورہ ہوا ہو یا ناحق کسی کا مال لینے کا مشورہ ہوا ہو یہ بات نقل کر دے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر اِدھر اُدھر دیکھے تو اس کی یہ بات امانت ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

یعنی کسی شخص نے کسی سے کوئی خاص بات کہہ دی اور پھر وہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگا کہ کسی نے سُنا تو نہیں۔ تو اس کا یہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ کسی کو سنانا نہیں چاہتا۔ لہذا جس سے بات کہی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ بات کسی سے نہ کہے۔ بہت سے لوگ یہاں کی بات وہاں پہنچا دیتے ہیں۔ جو غلط فہمی اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور یہ شخص چغل خوروں میں شمار ہو جاتا ہے اور خود اپنا بُرا کرتا ہے۔

قیامت کے دن دوغلہ کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَجِدُوْنَ شَرَّ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ذَاالْوَجْهَیْنِ الَّذِیْ یَاْتِیْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو دنیا میں) دو چہرے والا ہے۔ ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا ہے اور اُن لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۱ از بخاری ومسلم)

تشریح: حضرت عمارؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جب کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے۔ قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی (سنن ابوداؤد)

دو چہرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے۔ بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا۔ جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے۔ اور دوغلہ پن اختیار کرتا

تھا۔ اس لئے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا۔ گویا کہ فریق اوّل سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی۔ اور دوسرے فریق کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا۔ ایسے شخص کے ایک ہی چہرے کو دو چہرہ قرار دیا گیا۔ غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اُسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے۔ اور بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرہ کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ بات کی الٹا پلٹی کی وجہ سے چونکہ اس کی زبان نے دو شخصوں کا کردار ادا کیا، اس لئے قیامت کے دن اس حرکت بد کی سزا مقرر کی گئی ہے کہ ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کر دی جائیں گی۔ جن کے ذریعہ جلتا بھنتا رہے گا۔ اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کو لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دو منہ والا اور دوغلہ تھا۔ اعاذنا اللّٰہ من ذلک

بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان اَن بن ہو ان کے ساتھ ملنے جلنے کا ایسا طور طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم صحیح راہ پر ہو اور ہم تمہاری طرف ہیں۔ ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اُگل دیتا ہے۔ پھر ہر طرف کی باتیں اِدھر اُدھر پہنچاتے ہیں جس سے دونوں فریق کے درمیان لڑائی کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں۔ اور دوغلہ صاحب کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے شر سے اللہ بچائے۔

مسلمان بھائی کی مصیبت پر خوش ہونے کی ممانعت

وَعَنْ وَاثِلَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لِاَخِيْكَ فَيَرْحَمُهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ (رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ: حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کر (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اس پر رحم فرمادے اور تجھے مبتلا فرمادے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۴ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب کسی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دُکھ تکلیف یا نقصان و خسارہ وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس پر کبھی خوشی کا اظہار نہ کرو کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہو گے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دے

دے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کردے۔ اور یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے۔ بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے۔ اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کی مصیبت یا دکھ تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا یا کسی طرح کی کوئی نقل اتاری تو خوشی کا اظہار کرنے والا، مذاق اڑانے والا اور نقل اتارنے والا، خود اسی مصیبت میں اور عیب اور برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے جو دوسرے میں تھا۔ اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے دینی یا دنیاوی تو اس پر خوش ہونا یا طعنہ کے طرز پر اس کو ذکر کرنا اور بطور عار اور عیب کے اس کو بیان کرنا ممنوع ہے۔ ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے تو بیا اچھی چیز ہے۔ لیکن حق گوئی کا بہانہ کرکے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا دل کے پھپھولے پھوڑنا درست نہیں ہے۔ مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے۔ اور نصیحت کا طرز۔ اور ہی ہوتا ہے۔ تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے۔ رسوا کرنا مقصود نہیں ہوتا۔ اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب ولہجہ دل کو چیرتا چلا جاتا ہے۔ کسی کو عیب دار بنانے کے لئے عیب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عیب لگایا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو خود نہ کرلے گا۔ (ترمذی)

پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دینے والی عورت کا انجام

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَجُلٌ "یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْکَرُ مِنْ کَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا قَالَ هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ" تُذْکَرُ قِلَّةَ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَاتُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ۔

(رواہ احمد البیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بلا شبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے۔ یہ سن کر حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے۔ اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کردیتی ہے۔ اور اپنے

پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا نہیں دیتی ہے۔ یہ سن کر آنحضرت فخر عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں (جانے والی) ہے (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۲۵ از احمد بیہقی)

تشریح: انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریباً روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پڑوسیوں کے بچے گھر میں آجاتے ہیں۔ بچوں بچوں میں لڑائی بھی ہوجاتی ہے۔ ان کی بکری اور مرغی بھی گھر میں آجاتی ہے۔ ان چیزوں سے ناگواری ہوتی ہے۔ اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض اور کینہ اور قطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور پھر ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے۔ اور غیبتوں اور تہمتوں تک کے انبار لگ جاتے ہیں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور بعض عورت تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں۔ اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کے دل چھلنی کرتے رہتے ہیں اور لڑائی کا سامان پیدا کردیتے ہیں۔ عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ پورا محلہ ان سے بیزار رہتا ہے۔ اسی طرح ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ بڑی نمازن ہے، خوب صدقہ کرتی ہے، نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے لیکن اس سب کے باوجود اس میں ایک بات ہے کہ بدزبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ دیکھو پڑوسیوں کے ستانے کے سامنے نماز روزہ کی کثرت سے بھی کام نہ چلا۔ اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو فرض نماز پڑھ لیتی تھی۔ فرض روزہ رکھ لیتی تھی زکوٰۃ فرض ہوئی تو وہ بھی دلوادیتی تھی نفلی صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی۔ ہاں تھوڑا سا صدقہ پنیر کے ٹکڑوں کا کردیتی تھی۔ لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے۔ جب اسکا تذکرہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ نے اس کو جنتی فرمایا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھے اخلاق اور خوبی کے معاملات کے ساتھ زندگی گذارنے کی شریعت اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اس سے جو تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی مشکلات و مصائب میں کام آئے جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے اس کے گھر کے سامنے کوڑا کچرا نہ ڈالے اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے اور اس سے تکلیف پہنچ جائے تو صبر کرے ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا۔ اور سن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے اگر کسی طرح کا کوئی سلوک نہ کرسکے تو کم از کم اتنا ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے برابر پڑوسی

کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری و مسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گذارے کہ اس کو کسی قسم کا خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

پڑوسیوں کے حقوق:۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کس کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں۔ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے بارے میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ وہ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ تو اچھے کام کرنے والا ہے تو تو اچھا ہے اور اگر وہ کہیں کہ تو برے کام کرنے والا ہے تو برا ہے۔
(ابن ماجہ)

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان کے اچھے برے اخلاق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پڑوسیوں کے سامنے آتے ہیں۔ ان کی گواہی اس لئے زیادہ بہتر ہے کہ ان کو بار بار دیکھنے کا اور تجربہ کرنے کا موقعہ پیش آتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا ایک واقعہ:۔ ایک روز حضرت عائشہؓ نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں اس کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ اسی اثناء میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی۔ آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہؓ اس کے پیچھے دوڑیں۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ اس کی بکری کے بارے میں نہ ستاؤ۔[1]

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کی بغل میں بھوکا ہو۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مدعی اور مدعی علیہ دو

[1] الادب المفرد باب لا یوذی جارہ ۱۲۔

پڑوسی ہوں گے۔ (رواہ احمد)

ان سب احادیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی پر کسی طرح سے بھی کوئی ظلم وزیادتی تو بالکل ہی نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو اس کی خدمت اور دلداری اور معاونت کرے۔

تعریف میں غلو اور مبالغہ کرنے کی ممانعت:۔ وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ لَا تُطْرُوْنِي كَمَا اَطْرَاتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُهٗ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ ابن مریمؑ کے بارے میں مبالغہ کیا۔ بس میں اللہ کا بندہ ہی ہوں لہٰذا تم میرے بارے میں یوں کہو کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۷ از بخاری ومسلم)

تشریح: اللہ تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثنا جس قدر بھی کی جائے کم ہے۔ اس کی ذات پاک تمام صفات کمالیہ کی جامع ہے۔ سید الاولین والآخرین حضرت فخر عالم محمد ﷺ رسول اللہ، اللہ کی مخلوق میں سب سے اکرم وافضل ہیں۔ آپ ﷺ کی تعریف کرنا نظم میں اور نثر میں بہت بڑی سعادت ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ سے حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں بہت سے قصائد منقول اور ماثور ہیں۔

حضرات حسان بن ثابتؓ عہد نبوت میں شعرائے اسلام سے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کی تعریف میں قصیدے کہتے رہتے تھے اور دشمنوں سے جو جنگیں ہوتی تھیں اپنے اشعار میں ان کا تذکرہ اور حضرات صحابہ کی شجاعت اور دلیری بیان کرتے تھے۔ جو مشرکین حضور اقدس ﷺ کی شان اقدس میں کوئی ایسا قصیدہ کہتے تھے جس میں آپ کے بارے میں نا مناسب باتیں کہیں گئی ہوں، تو حضرت حسانؓ ان کا جواب دیتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ فرماتے تھے کہ بیشک اللہ تعالیٰ جبرئیلؑ کے ذریعہ حسان کی تائید فرماتا ہے جب تک وہ اللہ کے رسول کی جانب سے دفاع کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

درحقیقت اس زمانہ میں یہ بھی بہت بڑا اسلامی کام تھا کیونکہ مشرکین حضور اقدس ﷺ کی شان میں بے جا باتیں کہتے تھے اور اپنے قصیدے مشہور کرتے تھے، اس وقت

ضروری تھا کہ شعر کا شعر سے مقابلہ کیا جائے۔اور دشمن کی باتوں کا ڈٹ کر جواب دیا جائے۔ مشرکین اپنی ہجو کے اشعار سن کر بہت متاثر ہوتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ قریش یعنی مشرکین مکہ کی ہجو کرو۔کیونکہ یہ ان پر تیر لگنے سے زیادہ شدید ہے۔(مسلم)

زبان سے جہاد:۔ جس طرح تلوار سے جہاد ہوتا ہے۔مال خرچ کرکے بھی ہوتا ہے اور زبان کے ذریعے بھی ہوتا ہے۔سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ۔ یعنی مشرکین سے جہاد کرو اپنے مالوں اور جانوں اور زبانوں سے۔

حضرت حسانؓ کے اشعار:۔ حضرت حسانؓ نے کافروں کو اپنے اشعار کے ذریعہ خوب منہ توڑ جواب دیئے۔اور اس دینی خدمت کو پوری طرح انجام دیا۔اسی لئے آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا: هَجَاهُمْ حَسَّانُ" فَشَفٰی وَاَشْتَفٰی یعنی حسان نے مشرکین کی ہجو کی، اور مسلمانوں کو اس کے ذریعہ شفادی اور خود بھی شفایاب ہوئے۔(صحیح مسلم)

مطلب یہ کہ مشرکین کو ایسے ایسے جواب دیئے کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ آرزو ہی نہ رہی کہ کاش کوئی خوب اچھا جواب دیتا۔حضرت حسانؓ نے مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کر دیا اور دشمنوں کو شاعری میں بھی خوب نیچا دکھایا۔

خلافِ شرع نعت کہنے والے:۔ حضور اقدس ﷺ کی مدح اور نعت بہت بڑے اجر وثواب کی بات ہے لیکن اس میں حد سے آگے بڑھ جانا جائز نہیں۔اسی کو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسا نصاریٰ نے کیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کی تعریف کرتے کرتے اتنا آگے بڑھے کہ ان کو خدا اور خدا کا بیٹا بتا دیا۔اور اسی کا عقیدہ رکھنے لگے تو حید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے۔

اُمت محمدیہ میں بھی حضور اقدس ﷺ کی نعتیں لکھنے کا بہت شوق اور ذوق ہے اور یہ بہت مبارک ہے۔لیکن جو لوگ شریعت کی پابندی کا دھیان نہیں رکھتے وہ نعتوں میں بہت سی ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جس میں بہت زیادہ مبالغہ ہوتا ہے۔بہت سے لوگ ایسے اشعار کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو خدا ہی بتا دیتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کی جو خاص صفات ہیں جو کسی مخلوق میں نہیں ہو سکتیں۔ان سے اللہ کے رسول ﷺ کو متصف کر دیتے ہیں۔ایسی نعتیں لکھنا پڑھنا حرام

ہے۔ جس ذاتِ مقدس کی تعریف کرنا چاہتے ہیں۔ خود انہی کے ارشادات کی خلاف ورزی کرتے ہیں یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے بارے میں جو چاہو کہو سب صحیح ہے۔ ان لوگوں کی یہ بات سراسر غلط ہے۔ اللہ پاک کا قرب اور اس کی رضا اسی میں ہے کہ قرآن مجید و حدیث کے مطابق عمل کیا جائے۔ احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کبھی اور کہیں بھی کرنے کی اجازت اور گنجائش نہیں ہے۔

جب حضور اقدس ﷺ کی تعریف میں مبالغہ درست نہیں تو مشائخ اور اساتذہ کی تعریفوں میں مبالغہ کیسے درست ہوسکتا ہے۔ قطب الاقطاب اور غوث الثقلین اور جنید زمان اور ابو حنیفہ دوران وغیرہ القاب کیسے درست ہو نگے۔

مزار پر نعت پڑھنا: ۔ حضور اقدس ﷺ کی نعتیں مجلسوں، محفلوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ سچی تعریف تو بہر حال مبارک ہے۔ لیکن جھوٹی تعریف اور شرکیہ مضامین پر مشتمل نعتیں پڑھنے اور سننے کی کسی حال میں گنجائش نہیں ہے۔ آج ہوتا یہ ہے کہ اول تو بہت سی نعتیں شریعت کے مطابق نہیں ہوتیں پھر اوپر سے ان کو ہارمونیم اور ڈھولک پر پڑھتے ہیں اور گانے بجانے کے آلات استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ گانے بجانے کے آلات استعمال کرنے کی سخت ممانعت حدیث شریف میں وارد ہوئی ہے۔ نعت سچی ہو یا جھوٹی باجوں کے ساتھ پڑھنا سخت گناہ ہے۔ حضور اقدس کا ارشاد ہے: اَمَرَنِی رَبِّی بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِیَّةِ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۸)

ترجمہ: میرے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ گانے بجانے کی چیزوں کو اور بتوں کو اور صلیب کو (جسے عیسائی پوجتے ہیں) اور جاہلیت کے کاموں کو مٹادوں۔

بہت سے لوگوں نے یہ طریقہ بنا رکھا ہے کہ قوالوں کو دعوت دیتے ہیں اور راتوں رات قوالی کی مجلس منعقد کرتے ہیں۔ ان میں ہارمونیم اور دیگر ساز وسامان کے ساتھ راتوں رات قوالی سنتے ہیں اور چونکہ اس میں حضور اقدس ﷺ کی نعتیں اور صوفیانہ نظمیں ہوتی ہیں۔ اس لئے ان مجلسوں کی شرکت نہ صرف یہ کہ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ اُلٹا ثواب سمجھتے ہیں۔ نام تو ہے نبی اکرم کی نعتیں سننے کا لیکن اصل مقصود ہے ہارمونیم وغیرہ کی آواز سے نفس کو غذا دینا۔ اگر بغیر ہارمونیم کے کوئی شخص یوں ہی کوئی نعت پڑھے تو دس بارہ منٹ بھی وہاں بیٹھنا یا کھڑا ہونا نہیں ہوتا اور ہارمونیم کے ساتھ کوئی کلام سنایا جائے تو راتوں رات بیٹھے رہتے ہیں۔ پھر آخر میں فجر کی نماز بھی

ضائع کرتے ہیں اور عجیب بات ہے کہ اس سارے مشغلہ کو ثواب سمجھتے ہیں۔
حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میں باجوں گاجوں کے مٹانے کے لئے بھیجا گیا ہوں (جیسا کہ اوپر حدیث گزری) لیکن امتی ہونے کے دعویدار آپ ہی کی نعتوں کو ہارمونیم اور دوسرے ساز و سامان پر سنتے ہیں۔ آپ ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے کو توجی نہیں چاہتا۔ نفس کو جس چیز میں مزا ملے اسی کو کرتے ہیں پھر شیطان کے بہکانے سے گناہ کو ثواب سمجھا جاتا ہے۔ تاکہ گناہ سے توبہ بھی نہ کر سکے۔ اور آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو۔

یوم عاشورا کے غیر شرعی افعال:۔ محرم کے مہینہ میں عموماً اور عاشوراء کے دن خصوصاً تعزیوں کے اور ماتموں کے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ ان میں ڈھول ڈھمکے تاشے باجے نقارے بجائے جاتے ہیں۔ ایسی حرکتیں کرنے والے کہتے ہیں کہ ہم حضرت حسین بن علیؓ اور حضرات اہل بیتؓ کے غم کی یاد تازہ کرنے کے لئے نکلے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ غم کی یاد تاشوں اور باجوں کے ساتھ ہوتی ہے اور غم تازہ کرنا اور رونا دھونا لے کر بیٹھنا اور ماتم کرنا ہی کون سا شریعت کا بتایا ہوا عمل ہے۔ یہ بھی روافض کی ایجاد ہے۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ جو چیز نفسانی خواہشات پر عمل میں لائی جائے وہ عقل کے بھی خلاف ہوتی ہے۔

اپنے گھر کا کوئی آدمی وفات پا جائے تو اس وقت تاشے باجے بجا کر دیکھیں کیا اس مذاق کے لئے حضرات اہل بیتؓ ہی رہ گئے ہیں کہ ان کے غم میں ڈھول پیٹے جا رہے ہیں اور تاشے بج رہے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ اَلْجَرَسُ مَزَامِيْرُ الشَّيْطَانِ کہ گھنٹیاں (جو جانوروں کے گلوں میں ڈالی جاتی ہیں) شیطان کے باجے ہیں (مسلم) جن لوگوں پر شیطان کا قابو چلتا ہے وہ اپنا دل خوش کرنے کے لئے ان کے نفسوں میں تاشے باجے اور گھنٹے گھنٹیاں بجانے کے خیالات اور وسوسے ڈالتا ہے چونکہ یہ چیز نفسانی مزاج لوگوں کے خواہشات کے موافق ہے اس لئے جلد اسے قبول کر لیتے ہیں۔ اور خوب مست ہو کر تاشے باجے نقارے اور ہارمونیم اور سارنگی بجاتے ہیں۔ اعاذاللہ من ذالک

منہ پر تعریف کرنے کی ممانعت:۔ وَعَنْ اَبِیْ بَكْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَثْنٰی رَجُلٌ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَيْلَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ اَخِيْكَ ثَلٰثًا مَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَادِحًا لَا مَحَالَةَ فَلْيَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَاللّٰهُ حَسِيْبُهٗ اِنْ كَانَ يَرٰى اَنَّهٗ كَذٰلِكَ وَلَا يُزَكِّیْ عَلَى اللّٰهِ اَحَدًا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کر دی اس پر آپ ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے تین بار ارشاد فرمایا کہ تیرے لئے ہلاکت ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ (پھر فرمایا) کہ جس کو کسی کی تعریف کرنی ہو تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے۔ (اور) یہ بھی اس وقت ہے جب کہ واقعۃً ایسا سمجھتا ہو (پھر فرمایا کہ) اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔ (مشکوۃ المصابیح ۴۱۲ از بخاری و مسلم)

تشریح: اگر کسی کی تعریف میں کچھ کلمات کہے تو اس کے سامنے نہ کہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس کے دل میں خود پسندی اور بڑائی آ جائے جب ایک شخص نے دوسرے شخص کی تعریف کی تو حضور اقدس ﷺ نے اس کو تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی۔ یعنی اس کے سامنے تعریف کر کے اس کو غرور اور خود پسندی میں ڈالنے کا انتظام کر دیا۔ پھر یہ اس صورت میں ہے جب کہ تعریف سچی ہو اگر جھوٹی ہے تو جھوٹی تعریف تو کرنا ہی نہیں چاہیے کیونکہ وہ تو گناہ عظیم ہے پھر دوسری تنبیہ یہ فرمائی اگر کسی کی تعریف کرنی ہو (اس میں آگے پیچھے کا کوئی فرق نہیں) تو یوں کہے کہ فلاں کو میں ایسا سمجھتا ہوں، اور صحیح صورت حال اللہ کو معلوم ہے وہی اس کا حساب لینے والا ہے ان کلمات کے کہنے سے اول تو وہ شخص نہیں پھولے گا۔ جس کی تعریف میں یہ الفاظ کہے اور اس میں تعریف کرنے والے کی طرف سے اس کا دعویٰ بھی نہ ہوگا کہ وہ واقعتًا ایسا ہی ہے کیونکہ بندہ صرف ظاہر کو جانتا ہے اور پورے کمالات اور حالات ظاہری ہوں یا باطنی ان سب کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور آخرت میں ہر شخص کس حال میں ہوگا اس کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے۔ لہٰذا یقین کے ساتھ کسی کو یہ کہنا کہ وہ ایسا ایسا ہے اس میں پورے حالات سے واقف ہونے کا دعویٰ ہے اور جب اللہ پاک کی جانب سے اس کے بارے میں کوئی خبر نہیں دی گئی تو پختہ یقین اور جزم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ ایسا ایسا ہے گویا اللہ کے ذمہ یہ بات لگا دینا ہے کہ اللہ کے نزدیک بھی یہ شخص ایسا ہی ہے جیسا میں بتا رہا ہوں اسی کو فرمایا و لا یُزَکِّیْ عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا (یعنی اللہ کے ذمہ رکھ کر کسی کا تزکیہ نہ کرے) احادیث شریفہ سے بعض مواقع میں منہ پر تعریف کرنا بھی ثابت ہے مگر یہ جب ہے کہ جس کی تعریف کی جائے وہ پھولنے والا اور خود پسندی میں مبتلا ہونے والا نہ ہو۔

تعریف کرنے والوں کے منہ میں مٹی بھر دو: سنن ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ

کے منہ پر ایک شخص نے ان کی تعریف کر دی تو حضرت مقدادؓ نے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور تعریف کرنے والے کے منہ پر پھینک دی اور فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے مونہوں پر مٹی جھونک دو۔ حضرت مقدادؓ نے حدیث کے ظاہری مضمون پر عمل کیا اور وہی زیادہ واضح ہے اور بعض علماء نے حدیث کا مطلب یہ بتایا ہے کہ جو لوگ کچھ مال حاصل کرنے کے لئے تعریف کرتے ہیں ان کے مونہوں پر خاک ڈالو یعنی ان کو کچھ بھی نہ دو۔

یہ جو کچھ بیان ہوا اچھے بندوں کی تعریف کے بارے میں بیان ہوا۔ اور جھوٹی تعریف اور کافر و فاسق کی تعریف کی تو اسلام میں گنجائش ہی نہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم جل مجدہٗ غصہ ہوتے ہیں اور اللہ کا عرش حرکت کرنے لگتا ہے (بیہقی)

عرش کا حرکت کرنا اللہ تعالیٰ کی ہیبت و عظمت کی وجہ سے ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہے اس کی تعریف کرنا بہت ہی بری چیز ہے۔ جس کے سامنے اللہ کی عظمت نہیں ہوتی وہی ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے۔ جن سے اللہ تعالیٰ شانہٗ ناراض ہے۔ عرشِ الٰہی کو یہ تعریف ناگوار ہے۔ اس لئے وہ حرکت میں آ جاتا ہے۔

کافروں اور فاسقوں کی تعریف بہت بڑا اور بہت برا مرض ہے۔ شاعروں کا کام ہی یہ ہے کہ آسمان و زمین کے قلابے ملایا کریں۔ اور جھوٹی تعریفیں کر کے روٹی حاصل کیا کریں اور دنیائے سیاست میں بھی یہی ہوتا ہے کہ جس کو لیڈر بنا لیا وہ چاہے کافر ہو چاہے بہت بڑا فاسق و فاجر ہو اس کی تعریف اور توصیف کرنے کو فرض کا درجہ دیتے ہیں۔ اول تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اللہ کے صالح بندوں کو اپنا مقتدا بنائے اور ان کے ساتھ چلے اور ان کی نگرانی بھی کرتا رہے کہ شریعت کے مطابق کہاں تک چل رہے ہیں۔ کافروں اور فاسقوں کو مقتدا بنانا ہی گناہ ہے پھر کافروں اور فاسقوں کی تعریف اور زیادہ گناہگاری کی بات ہے الیکشن کے مواقع میں تو اپنے لیڈر کو اور اپنی جماعت کے لوگوں کو سپورٹ کرتے ہیں اور جسے جتانا مقصود ہو اس کی جھوٹی سچی تعریفوں کے پل باندھ دیتے ہیں اور فریق مخالف خواہ کیسا ہی نیک صالح ہو مجمعوں میں اور جلسوں میں اور کانفرنسوں میں اس کی غیبتیں کرنے اور اس پر تہمتیں دھرنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور

ناکردہ گناہ اس کے ذمہ عائد کرتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان تعریفوں اور مذمتوں کا انجام آخرت میں کیا ہے یہ زبان کی لگائی ہوئی کھیتیاں جب کاٹنی پڑیں گی اور انجام بھگتنا ہوگا، تو کیا بنے گا؟ بہت فکر کی بات ہے۔

الیکشن کے موقعہ پر اپنے اُمیدوار کی تعریف اور دوسرے فریق کی غیبتیں

بعض لوگ اس لئے اپنے امیدوار کی مدد کرتے ہیں کہ یہ کامیاب ہوگیا تو ہم کو اس سے فائدہ پہنچے گا، لیکن اگر کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا؟ اور کامیاب ہوکر حقیر دنیا کا کچھ فائدہ اس نے پہنچا بھی دیا۔ تو اس کی تلافی کیسے ہوگی جو اس کی معاونت میں دوسروں پر تہمتیں لگائی ہیں اور غیبتیں کی ہیں، اور دشنام طرازی سے کام لیا ہے آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے والے ہی نہیں رہے دنیا کی محبت نے ہر قسم کے گناہوں میں ملوث کر رکھا ہے اور تباہی کو بہتر جان رہے اول تو ضروری نہیں کہ تمہارا ہی امیدوار جیتے گا۔ اگر جیت ہی گیا تو کرسی اور سیٹ اس کو ملے گی تم اس کی دنیا کے لئے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو؟ یہ غور کرنے کی بات ہے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ من شر الناس منزلة یوم القیمة عبداذهب اخرته بدنیا غیره (ابن ماجہ عن ابی امامۃ) یعنی قیامت کے دن بدترین حیثیت اس شخص کی ہوگی جس نے دوسرے کی دنیا کی وجہ سے اپنی آخرت تباہ کردی۔ ہر شخص کو تنہا اپنی قبر میں جانا ہے، اپنا حساب خود دینا ہے، موت سے پہلے اپنا حساب خود کرلینا چاہیے۔

بُرے اشعار پڑھنے اور گانے بجانے کی ممانعت:۔ وَعَنْ اَبِیْ هُرَیرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صلّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّم لَا نْ یَمْتَلِی جوْفُ رجُلٍ قیْحا یرِیْهِ خَیْرٌ" مِّنْ انْ یَمْتَلِیَ شِعْرًا۔ (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کرکے رکھ دے۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔

(مشکوۃ المصابیح ص ۴۰۹ بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث میں شعر پڑھنے کی مذمت فرمائی ہے اور توضیح اس کی یہ ہے کہ شعر معنٰی کے اعتبار سے اچھے بھی ہوتے ہیں اور بُرے بھی ہوتے ہیں۔ برے شعر پڑھنے کی اجازت نہیں ہے: ان شعروں میں جھوٹ ہو۔ جھوٹی تعریف ہو کسی کی مذمت یا غیبت ہو جہالت ہو

جاہلیت کی حمایت ہو، کفر اور شرک کے مضامین ہوں ایسے اشعار کے کہنے، پڑھنے، لکھنے، سننے میں گناہ ہونا ظاہر ہے اور عموماً ایسے ہی اشعار سے نفس کو مزہ آتا ہے پھر ان کے ساتھ ساز سارنگی، باجا گاجا بھی ہو تو گناہ در گناہ اور دوہرا ہو جاتا ہے اور جو اشعار اچھے ہوں ان کو پڑھنا زبان پر لانا درست ہے لیکن ساز سارنگی باجے گاجے اور ہارمونیم اور ڈھول کے ساتھ ان کا پڑھنا بھی گناہ ہے۔

سخت افسوس کی بات یہ ہے کہ اسکولوں اور کالجوں میں موسیقی کے لئے مستقل وقت دیا جاتا ہے اور گانا بجانا بلکہ نچانا سکھانے کے لئے مستقل پیریڈ رکھے جاتے ہیں۔ اور اس بیہودگی اور بدکرداری کو فنون لطیفہ کا نام دیا جاتا ہے اور ثقافت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر نبی پاک ﷺ کی امت اور یہ جاہلیت کی حرکتیں؟ اور پھر اوپر سے شریف ہونے کا دعویٰ؟ اہل دین اور اہل حق غور کر لیں کہ ان حالات میں رحمت عالم ﷺ کی منسوب ہونے کا کیا منہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ تو یہ فرمائیں کہ میرے رب نے مجھے گاجے باجے کی چیزیں مٹانے کا حکم دیا ہے۔[1]

اور نالائق امتی گانے بجانے کو اور آلات موسیقی کو زندگی کا جزو بنالیں یہ کہاں تک زیب دیتا ہے خوب غور کر لیں۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گانا دل میں نفاق کو اگاتا ہے جیسے پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ریڈیو، ٹی وی، ٹیپ ریکارڈ کی مضرتیں:۔ افسوس ہے کہ جن ممالک کی حکومتیں مسلمان کے ہاتھوں میں ہیں وہ ریڈیو اور ٹی وی پر گانے بجانے کے خصوصی اور ہمہ وقتی پروگرام پیش کرتے رہتے ہیں اور ٹی وی پر تو ناچ بھی دکھاتے ہیں۔ مسلمان حاکموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ عوام کو منکرات و فواحش سے روکیں نہ یہ کہ خود خلاف شرع پروگرام پیش کریں اور اُمت کی آنے والی نسلوں کو بگاڑ کر رکھ دیں۔ ٹی وی نے تو ہر گھر کو فواحش کا مرکز بنا کر رکھ دیا ہے۔ چھوٹے بڑے سب مل کر بے حیائی کے پروگرام دیکھتے ہیں اور مزے لیتے ہیں۔

ٹی وی پر چونکہ تصویر آتی ہے۔ اس لئے اس کو اچھی باتیں سننے کے لئے بھی استعمال کرنا درست نہیں ہے۔

لوگوں نے گانے بجانے کو ایسا جزو زندگی بنا رکھا ہے کہ کھا رہے ہیں تو گانا سن رہے ہیں اور لیٹے ہیں تو گانا سن رہے ہیں۔ عورتیں کھانا پکا رہی ہیں یا دوسرے مشغلے میں ہیں تو ریڈیو

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۱۸

کھول رکھا ہے یا ٹیپ ریکارڈ چالو کر رکھا ہے اسی لئے تو عملی نفاق عام ہو رہا ہے۔ شیطان نے قابو پایا ہوا ہے اور نیکی کی طرف طبیعت نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ سمجھ دے اور ہدایت دے۔ بسوں میں سفر کر دتو گانا، ٹیکسی میں بیٹھو تو گانا، ایک سچے مسلمان کے لئے سفر حضر سب مصیبت بن کر رہ گیا ہے۔ کالجوں میں ـــــــ مسجدوں کا انتظام نہیں ہوتا مگر گانے بجانے کا انتظام ضرور ہوتا ہے۔ اور اساتذہ وطلبہ سب اسلام کا دم بھرتے ہیں اور مسلمان ہونے کے مدعی ہیں۔

فا للہ یھد یھم

عشقیہ گانوں اور غزلوں اور ناول اور افسانوں نے قوم کی نسلوں کو تباہ کر دیا ہے او رخاندانوں کے بڑوں کو اس پر خوشی ہے۔ انا للّٰہ وانا الیہ رَاجعُوْن۔

شعر کلام موزوں کو کہتے ہیں اس میں اچھی باتیں بھی کہی جا سکتی ہیں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بعض اشعار حکمت والے ہوتے ہیں (بخاری)۔ اور خراب باتیں بھی اشعار میں کہی جا سکتی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں اشعار کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا حَسَنُہٗ حَسَنٌ" قَبِیْحُہٗ قَبِیْحٌ" یعنی شعر کلام ہے۔ اچھا اچھا ہے اور برُا برُا ہے۔ (مشکوٰۃ)۔

حضور اقدس ﷺ سے بھی اشعار کا پڑھنا اور سننا ثابت ہے لیکن چونکہ مزہ دار اور داد کے لائق ان ہی اشعار کو سمجھا جاتا ہے جن میں سراپا جھوٹ ہو اس لئے اللہ جل شانہ نے حضور اقدس ﷺ کے لئے شاعر ہونا پسند نہیں فرمایا۔ سورۂ یٰسین میں ارشاد ہے۔ (وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ) (اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ ﷺ کے شایان بھی نہیں) کیونکہ شاعری محض اتنی سی بات کو نہیں کہتے کہ وزن عروضی کے مطابق کسی کی زبان سے اشعار نکلتے چلے جائیں۔ بلکہ شاعری جس چیز کا نام ہے اس میں وزن کے مطابق شعر ہونے کے ساتھ ساتھ بعض دیگر امور بھی لازم ہوتے ہیں جن میں سب سے بڑی چیز جھوٹ ہے۔ اس کو عارف گنجوی نے فرمایا۔

در شعر مپیچ و در فن او　　　　چوں اکذب اوست احسن او

اس جھوٹ کو دنیائے تخیلات اور شاعری کی نازک خیالی کہا جاتا ہے۔ جب تک شاعر آسمان زمین کے قلابے نہ ملا دے اور بے تکی تشبیہ استعمال نہ کرے اس وقت تک اس کو شاعر سمجھا ہی نہیں جاتا۔ ایک صاحب سے کسی نے کہا کہ محبوب کے بارے میں کچھ کہو اس پر انہوں نے کہا کہ۔

دندانش دروہا نند وچشمانش زیرابرداناںند

چونکہ بات سچی تھی لوگوں کو پسند نہ آئی۔ایک صاحب نے کہا کہ۔

اے آنکہ جز ملا ںیجزی دہاں تو طوطے کہ ہیچ عرض نہ دارمیان تو

اس کوخوب پسند کیا گیا کیونکہ سراسر جھوٹ ہے۔

قرآن مجید میں شاعروں اوران کے پیچھے چلنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد فرمایاہے۔ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ. اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَالَا يَفْعَلُوْنَ . اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

ترجمہ:اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ لوگ ہر میدان میں حیران پھرا کرتے ہیں۔اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ہاں مگر جولوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کیے اور انہوں نے کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور انہوں نے بعد اس کے ان پر ظلم ہو چکا ہے بدلہ لیا۔اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنھوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

ان آیات میں یہ بتایا ہے کہ بے راہ لوگ شاعروں کے پیچھے چلا کرتے ہیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ شاعر ہر میدان میں حیران پھرتے ہیں یعنی مضامین منظوم کرنے کے لئے خیالات کی دنیا میں ادھر ادھر ٹکریں مارتے پھرتے ہیں جب کوئی نادر بات خیال میں آجاتی ہے تو اسے منظوم کر لیتے ہیں، کسی کی تعریف کی آسمان پر چڑھا دیا اور مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کردئے۔موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کرنا ان کی شاعری کا ادنیٰ کرشمہ ہوتا ہے۔ جھوٹ، مبالغہ تخیل، بے تکی تشبیہ، جس جنگل میں گئے منہ پھیر کر نہ دیکھا اور چلتے ہی چلے گئے۔یہ ان لوگوں کا حال ہوتا ہے۔قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا کہ شاعر وہ باتیں کہتے ہیں کہ جو نہیں کرتے۔ان کا کلام پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے صوفی صافی ہونگے اور جا کر ملاقات کرو تو بہت بڑے رند اور فاسق ان کا شعر پڑھو تو معلوم ہوگا کہ بڑے شیر بہادر ہیں۔ملاقات کرو تو واضح ہو کہ بڑے بزدل اور ڈرپوک ہیں۔

پھر اچھے شاعروں کا استثناء فرمایا کہ شعراء میں جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے اور مظلوم ہونے کے بعد جواب دیا یعنی اشعار میں اللہ کا بہت ذکر کیا اور کفر اور گناہ کی

برائی کی یا کافروں نے اسلام کی جو ہجو کی اس کا اعتدال میں جواب دیا، ایسے اشعار مذموم نہیں ہیں۔

حدیث شریف میں یہ جو فرمایا کہ البتہ انسان کا باطن (پیٹ وغیرہ) پیپ سے بھر جائے جس سے اس کے معدہ وغیرہ کو خراب کر کے رکھ دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کا باطن شعروں سے بھر جائے۔ اس سے برے اشعار مراد ہیں جن میں کفریہ باتیں ہوں کافروں اور فاسقوں کی مدح ہو، گناہ اور گناہوں کی چیزوں کی تعریف ہو، عشقیہ غزلیں ہوں جو گناہوں پر ابھارتی ہوں۔ عام طور سے ایسے ہی اشعار کو پسند کیا جاتا ہے اور ایسے ہی اشعار کی مذمت کی گئی ہے۔

قیامت کے دن مفلس کون ہوگا؟

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَامَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ يَّاْتِیْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَاْتِیْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطِیْ هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وَهٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِی النَّارِ۔ (رواہ مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے (ایک مرتبہ حضرات صحابہؓ سے دریافت) فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس (غریب بے پیسہ والا) کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال اور سامان نہ ہو آپ نے فرمایا بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا۔ اور ساتھ ہی اس حال میں آئے گا کہ اس کو گالی دی ہوگی اور اسے تہمت لگائی گئی ہو۔ ایک کا مال کھایا ہوگا۔ دوسرے کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا۔ لہٰذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دیدی جائیں گی اور کچھ اس کو دیدی جائیں گی پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۵ از مسلم)

نیکیوں برائیوں سے لین دین:۔ تشریح: حضرت ابو ہریرہؓ یہ بھی روایت فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے بھائی پر کسی قسم کا کوئی ظلم کیا ہو اس کی بے آبروئی

کر کے یا اور کسی طرح کوئی زیادتی کر کے (مثلاً قرض دبا کر یا مال میں خیانت کر کے) تو آج ہی اس سے حلال کر لے (یعنی ادا کر کے یا معافی مانگ کر ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے) اس دن سے پہلے جس دن نہ دینا ر ہوگا نہ درہم ہوگا۔ (اور نیکیوں سے اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔) اگر ظلم وزیادتی کرنے والے کے نیک عمل ہوں گے تو ظلم وزیادتی کے بقدر اس سے لے لئے جائیں گے اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کی بُرائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی۔ (بخاری)

مظلوم کی برائیاں ظالم کے ذمے :-

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ظلم کے بہت سے شعبے ہیں۔ بہت سے لوگ مال دبا لینے کو یا مار پٹائی کو ظلم وزیادتی سمجھتے ہیں لیکن گالی دینا، غیبت کرنا، غیبت سننا، تہمت لگانا، ڈانٹ دینا، جھڑک دینا، رسوا کرنا اور کسی بھی طرح سے آبرو ریزی کرنا جو روزمرہ کا مشغلہ رہتا ہے اس کو بالکل بھی ظلم نہیں سمجھتے۔ حالانکہ جس طرح ناجائز طور پر مال کھا جانا ظلم ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر بے آبرو کرنا ظلم ہے۔ حدیث بالا میں صاف مذکور ہے کہ بڑی بڑی نیکیاں لے کر آنیوالے میدان قیامت میں اس لئے مفلس رہ جائیں گے کہ جو لوگوں پر انہوں نے مظالم کئے تھے ان کی وجہ سے نیکیاں دینی پڑیں گی اور مظلوموں کے گناہ اپنے سر لینے پڑیں گے ان مظالم میں حضور اقدس ﷺ نے گالی دینے، تہمت لگانے کا بھی ذکر فرمایا اور یہ دونوں زبان کے گناہ ہیں۔ ناجائز مال کھانا، خون بہانا، مار پٹائی کرنا بھی مظالم کی فہرست میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ چیزیں زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے صادر ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ زبان کو بھی ان میں دخل ہوتا ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی نے کسی پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا ہوا ہے آج ہی اس دنیا میں حلال کر لے کیونکہ قیامت کے دن حقوق کی ادائیگی کرنی پڑی تو بہت ہی سخت معاملہ ہوگا۔ وہاں روپیہ پیسہ تو ہوگا نہیں نیکیوں اور برائیوں سے لین دین ہوگا۔ جن لوگوں پر کسی بھی طرح کا ظلم کیا تھا ان کو اپنی نیکیاں دینی ہوں گی اور وہ ختم ہو گئیں تو ان کے گناہ اپنے سر لینے ہوں گے پھر اپنے اور ان کے گناہوں کا بوجھ لے کر دوزخ میں جانا ہوگا اور یہ کوئی سمجھداری کی بات نہیں کہ اپنی نیکی کر کے دوسروں کو دیدیں۔ دوسروں پر ظلم کرنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے ہر شخص اپنا حساب لے اور جو مظالم ہو چکے ان کے بارے میں فکر کر کے قابلِ ادائیگی حقوق کی ادائیگی کرے یعنی مالی حقوق ادا کردے اور جو کسی کو مارا پیٹا ہو، ڈانٹا ڈپٹا ہو یا کسی بھی طرح کسی کی بے آبروئی کی ہو، گالی دی ہو تہمت لگائی ہو، غیبت سنی ہو ان سب کی معافی مانگ لے اور جن جن

لوگوں پر ظلم کیا ہو۔ ان کا دل خوش کر دے۔

اپنے جان و مال کیلئے بد دعا نہ کرو:

وعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالىٰ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْعُوْا عَلىٰ اَنْفُسِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلىٰ اَوْلَادِكُمْ وَلَا تَدْعُوْا عَلىٰ اَمْوَالِكُمْ لَا تُوَافِقُوْا مِنَ اللّٰهِ سَاعَةً يُسْاَلُ فِيْهَا عَطَاءٌ فَيَسْتَجِيْبُ لَكُمْ (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں اور اپنی اولاد اور اپنے مالوں کے لئے بد دعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی مقبولیت کی گھڑی میں اللہ جل شانہٗ سے بد دعا کر بیٹھو اور وہ تمہاری بد دعا قبول فرمالے (مشکوٰۃ ۱۹۴ از مسلم)

تشریح: دعا بہت بڑی چیز ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ دعا سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عمل نہیں اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ جل شانہٗ سے سوال نہیں کرتا اللہ جل شانہٗ اس پر غصہ ہو جاتے ہیں (عن المشکوٰۃ) ظاہر ہے کہ جو چیز اتنی بڑی ہے اس کے کچھ آداب بھی ہوں گے اور یہ آداب رحمۃ للعالمین ﷺ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ آپ ﷺ ہی نے بندوں کو اللہ سے جوڑا اور غافلوں کو اللہ سے لو لگانے کی طرف توجہ دلائی، دعا کی فضیلت بتائی اس کے طریقے سمجھائے دعا کے الفاظ بتائے اور آداب سکھائے اس حدیث میں ایک خاص نصیحت فرمائی اور وہ یہ کہ دعا ہمیشہ خیر کی کرنی چاہیے۔ دکھ تکلیف اور شر اور ضرر کی کبھی دعا نہ مانگے کیسی بھی کوئی تکلیف ہو اپنے لئے یا اپنی اولاد کے لئے اور جان مال کیلئے بد دعا کے الفاظ ہرگز زبان سے نہ نکالے۔ خصوصیت کے ساتھ عورتوں کو اس نصیحت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ کوسنے پیٹنے میں ان کی زبان بہت چلتی ہے بات بات میں شوہر کو، بچوں کو، جانوروں کو حتیٰ کہ گھر کی ہر چیز کو اپنی بد دعا کا نشانہ بناتی رہتی ہیں جہاں کسی بچے نے کوئی شرارت کی کہہ دیا کہ تجھے ڈھائی گھڑی کی آئے، کسی کو کہہ دیا لوٹنی لیا، کسی کو ہیضہ کی کلی کی بد دعا دے دی، کسی کو اللہ مارا بتا دیا اور کوئی سامنے نہ آیا بکری ہی کو کوسنے کا نشانہ بنا دیا۔ مرغی کا ناس کھو دیا، کپڑے کو آگ لگنے کی بد دعا دیدی، لڑکے کو کہہ دیا کہ تو مر جاتا، بیٹی کو کہہ دیا کہ تیرا برا ہو وغیرہ وغیرہ، عورتوں کی بے لگام زبان چلتی رہتی ہے اور کوسنے پیٹنے اور بد دعا کا ڈھیر لگا دیتی ہیں اور یہ نہیں سمجھتیں کہ ان میں سے اگر کوئی بد دعا اللہ جل شانہٗ کے یہاں مقبول ہوئی اور کوئی بچہ مر گیا، مال کو آگ لگ گئی یا اور کسی طرح کا نقصان ہو گیا تو کیا ہوگا؟ بسا اوقات ایسا ہوتا

ہے کہ مقبولیت کی گھڑی میں بددعا کے الفاظ منہ سے نکل جاتے ہیں اور یہ دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب کسی طرح کا کوئی نقصان پہنچ جاتا ہے تو روتے اور آنسو بہانے بیٹھ جاتی ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھتیں کہ یہ اپنی ہی بددعا کا نتیجہ ہے اب رونے سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ سے جو مانگ لیا، پہلے زبان پر قابو کیوں نہ رکھا، بہت سے مرد بھی ایسی جاہلانہ حرکت کرتے ہیں کہ اپنے لئے یا اولاد کے لئے یا کاروبار کے لئے بددعا کے الفاظ زبان سے نکال بیٹھتے ہیں، مرد ہوں یا عورت سب کو اس حدیث میں تنبیہ فرمائی کہ اپنے لئے اور اپنی جان مال کیلئے بددعا نہ کریں۔ جب اللہ جل شانہٗ سے مانگنا ہی ہے تو مصیبت اور نقصان اور موت کی دعا کیوں مانگیں۔ نفع اور خیر کی دعا کیوں نہ مانگیں اور موت کی بجائے درازیٔ عمر کا سوال کریں۔

موت کی دعا کرنے کی ممانعت:۔ بعض لوگ تکلیف اور مصیبت کے موقعہ پر موت کی دعا کرتے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ چنانچہ ارشاد ہے۔ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهُ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّيْ وَتَوَفَّنِيْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّيْ (مشکوٰۃ ۱۳۹)

ترجمہ: تم میں سے کوئی شخص ہرگز کسی تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے بس اگر بہت مجبور ہو جائے اور دعا کرنا چاہے تو یوں دعا کرے کہ اے اللہ جب تک میرے لئے زندگی بہتر ہے مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لئے موت بہتر ہو تو مجھے موت دے دینا۔

بہت سی عورتیں اپنی جہالت سے موت کی بددعا کرنے لگتی ہیں اور اللہ پاک کی شان میں بے ادبی بھی کر دیتی ہیں۔ مثلاً یہاں تک کہہ گزرتی ہیں کہ تو مجھے کیوں نہیں اٹھا لیتا تیرے یہاں میرے لئے دوزخ میں بھی جگہ نہیں ہے۔ یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔ چونکہ بددعا اور کوسنا پیٹنا بھی آفات لسان میں داخل ہے اس لئے یہ حدیث ہم نے اس رسالہ میں نقل کی ہے۔

اللہ جل شانہٗ نفع بھی دے سکتا ہے اور نقصان بھی پہنچا سکتا ہے۔ موت بھی دے سکتا ہے اور زندگی بھی۔ جب قادر مطلق سے مانگنا ہے، تو بدحالی اور ضرر اور شر کی دعا کیوں مانگیں، اس سے ہمیشہ خیر ہی کی دعا مانگنا لازم ہے۔ حضور اقدس ﷺ ایک صحابیؓ کی بیمار پرسی کیلئے تشریف لے گئے۔ جو بہت کمزور ہو چکے تھے اور کمزوری کے باعث چوزے کی طرح نظر آرہے تھے، ان کا حال دیکھ کر حضور اقدس ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کی دعا کرتے رہے ہو یا کسی بات کا سوال کرتے رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں میں یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے آپ

آخرت میں جو سزا دینے والے ہیں وہ سزا، ابھی مجھے دنیا میں دیدیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا سبحان اللہ تمہیں اس (عذاب کے سہنے) کی طاقت نہیں ہے تم نے یہ دعا کیوں نہ کی کہ اَللّٰھُمَّ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ ترجمہ: اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے (یعنی دونوں جہاں میں اچھی حالت میں رکھ) اور عذاب دوزخ سے بچا۔

اس حدیث کے راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان صاحب نے یہی دعا کی تو اللہ جل شانہٗ نے ان کو شفاء دیدی (مسلم شریف) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دعا سوچ سمجھ کر مانگنی چاہیے اور دکھ تکلیف کی کبھی دعا نہ مانگے اور اللہ سے ہمیشہ خیر کا سوال کرے۔

جن صحابی کا ابھی اوپر واقعہ بیان ہوا ان کو حضور اکرم ﷺ نے یہ دعا تعلیم فرمائی اَللّٰھُمَّ ربّنا اٰتنا فی الدُّنْیَا حسنۃ وَّ فی الْاٰخرۃ حسنۃ وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ یہ دعا بہت جامع ہے اس میں دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی کا سوال آجاتا ہے۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

قرآن مجید میں بھی اس دعا کی ترغیب آئی ہے ہم کو بھی اکثر یہ دعا مانگنی چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ کو جامع دعائیں پسند تھیں۔ جامع سے مراد وہ دعا ہے جس میں دنیا و آخرت کی سب حاجتوں یا بہت سی حاجتوں کا سوال ہو جائے اس میں الفاظ کم ہوتے ہیں اور معانی کا پھیلاؤ زیادہ ہوتا ہے۔ ان ہی جامع دعاؤں میں عافیت کی دعا بھی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ منبر پر (ایک مرتبہ) تشریف لے گئے پھر (اس وقت کے بعض ظاہری و باطنی حالات و کیفیات کی وجہ سے) رونے لگے اس کے بعد فرمایا اے لوگو! اللہ جل شانہٗ سے معافی کا اور عافیت کا سوال کرو کیونکہ کسی شخص کو دولت ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ملی۔ (ترمذی)

عافیت کا سوال کرنے کا حکم:

عافیت بہت جامع لفظ ہے۔ صحت، تندرستی، سلامتی، آرام، چین، سکون، اطمینان ان سب کو شامل ہے۔ عافیت کی دعا بہت زیادہ کرنی چاہیے۔ دنیا و آخرت میں عافیت نصیب ہونے کی دعا کیا کریں اگر یہ لفظ یاد کرلیں تو بہتر ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ: اے اللہ! میں آپ سے عافیت اور معافی کا سوال کرتا ہوں دنیا اور آخرت

ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے: لَا یَسْئَلُ اللّٰہَ عَبْدٌ شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَنْ یَّسْئَلَ الْعَافِیَۃَ (مستدرک حاکم) یعنی اللہ جل شانہٗ سے کسی بندے نے کوئی سوال ایسا نہیں کیا جو اللہ کے نزدیک عافیت کے سوال سے زیادہ محبوب ہو۔ دعاؤں کے فضائل اور آداب وغیرہ کے لئے ہمارا ''رسالہ فضائل دعا'' ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ غلط بتانے اور مشورہ غلط دینے کا وبال: ۔ وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اُفْتِیَ بِغَیْرِ عِلْمٍ کَانَ اِثْمُہٗ عَلٰی مَنْ اَفْتَاہُ وَمَنْ اَشَارَ عَلٰی اَخِیْہِ بِاَمْرٍ یَعْلَمُ اَنَّ الرُّشْدَ فِیْ غَیْرِہٖ فَقَدْ خَانَہٗ۔

(رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو بغیر علم کے فتویٰ دیا گیا۔ (اور اس نے اس پر عمل کر کے غلط کام کر لیا) تو اس کا گناہ اس پر ہوگا جس نے اس کو فتویٰ دیا اور جس نے کسی کام کے سلسلہ میں بھائی کو ایسا مشورہ دے دیا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ بہتری اس کے علاوہ دوسرے مشورہ میں ہے تو اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۳۵ از ابوداؤد)

تشریح: اس حدیث پاک میں بغیر علم کے مسئلہ بتانے کی وعید سے آگاہ فرمایا ہے۔ اوّل تو مسئلہ معلوم کرنے والے پر لازم ہے کہ ہر ڈاڑھی والے کو دیکھ کر عالم ومفتی سمجھتے ہوئے مسئلہ معلوم کرنے نہ لگ جائے۔ بلکہ جس کے بارے میں اہل علم اور اہل تقویٰ گواہی دیتے ہوں کہ عالم اور مفتی ہے ایسے شخص سے مسئلہ معلوم کرے جس کو علم نہیں ہے۔ جس سے پوچھا جائے اس پر لازم ہے کہ اگر مسئلہ نہ جانتا ہو تو صاف کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔ اٹکل اور گمان سے ہرگز نہ بتادے اگر غلط مسئلہ بتا دیا اور سائل نے اس پر عمل کر لیا تو اس کا گناہ اس جاہل مفتی پر ہوگا اور جب تک وہ اس پر عمل کرتا رہے گا اور دوسروں کو بتاتا رہے گا۔ اس کا وبال غلط فتویٰ دینے والے پر پڑتا رہے گا۔

فتویٰ دینے میں احتیاط کی ضرورت: ۔ اس زمانے میں لوگ مسئلہ بتانے کی ذرا ذمہ داری محسوس نہیں کرتے جہاں ایک دو کتاب پڑھ لی مسائل کے دریا بہانے لگے اگر کسی بڑے عالم محقق ومفتی کے پاس کوئی سائل مسئلہ معلوم کرنے پہنچ جائے تو عالم ومفتی غور وفکر میں لگ جاتا ہے۔

اور مجلس میں بیٹھے ہوئے نیم ملا بتا کر ختم بھی کر دیتے ہیں اور اب تو یہ مصیبت سوار ہوگئی کہ علماً کو چھوڑ کر مغرب زدہ عربی داں فتویٰ دینے کو اپنا کام سمجھنے لگے ہیں۔اور چونکہ قرآن وحدیث سے نا بلد ہیں۔اسلئے جو نفس کہتا ہے اور یورپ کے مزاج سے جو چیز چپکتی ہے اس کو شریعت اسلامیہ بتانے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کا ارشاد: ۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! جس کو علم کی بات معلوم ہو اسے چاہیے کہ بتادے اور جسے معلوم نہ ہو اسے چاہیے کہ کہہ دے۔ اَللّٰہُ اَعلمُ (یعنی اللہ خوب جاننے والا ہے مجھے معلوم نہیں) کیونکہ جس بات کا علم نہ ہو اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ میں نہیں جانتا یہ بھی علم کی بات ہے۔[1]

حضرت شعبیؒ نے فرمایا کہنا لاادری (میں نہیں جانتا) نصف علم ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ عالم کی ڈھال لاادری ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے فرمایا کہ شیطان کے لئے اس عالم سے بھاری کوئی چیز نہیں ہے جو علم کے ساتھ بولتا ہے اور علم کی روشنی میں خاموش ہو جاتا ہے ایسے عالم کے متعلق شیطان کہتا ہے کہ اس کی خاموشی میرے اوپر اس کے بولنے سے زیادہ بھاری ہے۔

حضرت ابراہیم تیمیؒ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تھا تو رونے لگتے تھے اور فرماتے کیا تم کو میرے علاوہ کوئی نہ ملا جو میرے پاس آنا پڑا۔[2]

حضور اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ

سے معلوم فرما کر سوال کا جواب دیا:

حضور اقدس ﷺ باوجود یہ کہ اعلم الخلائق تھے جب کوئی بات معلوم نہ ہوتی تھی تو جواب دینے میں توقف فرماتے اور وحی آنے کے بعد جواب دیتے تھے۔ایک بار ایک یہودی نے دریافت کیا کہ زمین میں سب جگہوں سے بہتر کون سی جگہیں ہیں؟ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل کے آنے تک ٹھہر، (ان سے پوچھ کر بتایا جائے گا) وہ یہودی خاموش رہا اور (تھوڑی دیر میں) حضرت جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوئے۔آنحضرت ﷺ نے اس سے وہ بات دریافت کی جو یہودی نے پوچھی تھی۔سوال سن کر انہوں نے عرض کیا کہ میں اور آپ اس بارے میں برابر کے لاعلم ہیں، میں رب تبارک تعالیٰ سے دریافت کرتا ہوں اس کے بعد حضرت جبریل

[1] مشکوٰۃ المصابیح ۱۲۔ [2] احیاء العلوم ۱۲۔

جب باری تعالیٰ سے دریافت کر کے حاضر ہوئے تو بتایا۔ شَرُّ الْبِقَاعِ اَسْوَاقُهَا وَخَیْرُ الْبِقَاعِ مَسَاجِدُ هَا سب سے بُری جگہیں بازار ہیں اور سب سے بہتر جگہیں مساجد ہیں [1]

صحابہؓ کی احتیاط فتویٰ دینے میں:۔ حضرت صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فتویٰ دینے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ تابعی کا بیان ہے کہ میں نے مسجد (یعنی مسجد نبویؐ) میں ایک سو بیس (۱۲۰) صحابہؓ کو اس حال میں پایا کہ جب ان میں سے کسی ایک سے حدیث یا کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ میرے علاوہ دوسرے بھائی سے دریافت کر لیتا تو اچھا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ان میں سے کسی سے دریافت کیا جاتا تو وہ سائل کو دوسرے کے پاس اور تیسرا چوتھے کے پاس حتیٰ کہ وہ سائل گھوم کر پھر کر اسی کے پاس پہنچ جاتا تھا جس سے سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔

حضرت انسؓ سے جب سوال کیا جاتا تو فرماتے تھے۔ سَلُوْا مولانا الحسن "ہمارے سردار حسن بصری سے معلوم کرلو۔ اور جب حضرت ابن عباسؓ سے مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ حارثہ بن زیدؓ سے معلوم کرلو۔ اور جب حضرت ابن عمرؓ سے سوال ہوتا تو فرماتے تھے کہ سعید بن المسیبؓ سے معلوم کرلو۔

ابن حصینؒ نے اپنے زمانے کے عالموں کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ (بعض ایسے) مسائل میں (تنہا) فتویٰ دیدیتے ہیں کہ اگر وہ مسئلہ حضرت عمر فاروقؓ سے دریافت کیا جاتا تو وہ اس کے لئے اہل بدر کو جمع کر کے دریافت فرماتے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ بعض مسائل کے بارے میں عمر بھر فیصلہ نہ کر سکے۔ (منھا مسئلۃ الدھر)

احیاء العلوم میں ہے کہ حضرت امام مالکؒ سے ایک بار ۴۸ مسائل دریافت کئے گئے تو صرف ۶ کا جواب دیدیا اور باقی ۴۲ کے متعلق فرمادیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اگر مسئلہ معلوم ہو تب بھی جہاں تک ہوسکے کتاب دیکھ کر زبانی یا تحریری جواب دینا چاہیے۔ بڑے عالم کی نشانی ہے کہ جواب دینے میں جلدی نہ کرے اور خوب فکر اور مطالعہ کے بعد جواب دے اگر معلوم نہ ہو تو دوسرے عالم کے پاس بھیج دے جیسا کہ حضرات صحابہؓ کا معمول تھا۔

عالم و مفتی کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اگر مسئلہ بتانے میں بھول چوک ہوگئی اور غلط بتادیا

---

[1] احیاء العلوم ۱۲۔

تو علم ہوتے ہی فوراً رجوع کر لیوے یعنی غلطی کا اقرار کر لیوے اور جس کو بتایا تھا اس کو غلطی سے با خبر کر دے۔

مشورہ غلط دینا خیانت ہے:۔ حدیث کے دوسرے حصہ میں فرمایا کہ جس نے اپنے بھائی کو کوئی مشورہ دیا اور اپنے دل میں سے اس سے بہتر مشورہ جانتا ہے تو اس نے اپنے بھائی کی خیانت کی۔ مطلب یہ ہے کہ امانت و خیانت صرف روپیہ پیسہ ہی میں نہیں ہوتی بلکہ مصلحت کے خلاف مشورہ دینا بھی خیانت ہے۔ جب کسی نے تم سے مشورہ طلب کیا تو تم کو اپنا ہمدرد سمجھا اب تم کو لازم ہے کہ اگر مشورہ دو تو وہی مشورہ دو جو اس کے حق میں بہتر ہو۔ بہتری کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہوگا۔

خاموشی کی ضرورت اور فضیلت:

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ۔ (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا احترام کرے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ خیر کی بات کرے یا خاموش رہے۔ (بخاری ۹۷۸ ج ۲)

تشریح: اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے تین چیزوں کا حکم دیا۔ اول یہ کہ مہمان کا احترام کیا جائے۔ دوم یہ کہ پڑوسی کو تکلیف نہ دیں سوم یہ کہ خیر کی بات کریں یا خاموش رہیں۔

خاموشی بے خطر:۔ حضور اقدس ﷺ سے جو عنوان اختیار فرمایا وہ مومنانہ زندگی کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہے۔ آپ چاہتے تو یوں فرماتے کہ ایسے ایسے کام کرو۔ لیکن اس کو یوں فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ ایسا ایسا کرے یعنی یہ کام ایمان والوں کے کرنے کے ہیں۔ اور یہ مومن کے خاص اوصاف ہیں۔ جس کے دل میں ایمان و یقین کی مایہ ہوگی وہ پڑوسی کے حقوق کی ضرور نگہداشت کریگا۔ اس کو تکلیف نہیں دے گا۔ مہمان کا

اعزاز و اکرام کرے گا۔ اور زبان کا بے جا استعمال نہ کرے گا یا تو خیر کے کلمات زبان سے نکالے گا یا خاموش رہے گا۔ خیر کے الفاظ میں اللہ کا ذکر، تلاوت، استغفار، درود شریف، امر بالمعروف نہی عن المنکر دینی تعلیم و تدریس سب کچھ داخل ہے۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ کوشش یہی کرنی چاہیے کہ زبان خیر کے کلمات میں استعمال ہوتی رہے لیکن اگر کوئی شخص اتنی ہمت نہیں کرتا کہ خیر ہی کے کلمات میں زبان کو لگائے رکھے۔ تو پھر اس پر لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرے۔

بولنے میں بہت خطرات ہیں اور خاموشی بے خطر چیز ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا مَنْ صَمَتَ نَجَا (یعنی جس نے خاموشی اختیار کی اس نے بہت سی آفات و مہلکات سے) نجات پائی۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابوذرؓ کو نصیحت:۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو بہت سی نصیحتیں فرمائیں۔ ان میں ایک یہ بھی تھی کہ عَلَيْكَ بِطُولِ الصَّمْتِ فَإِنَّهُ مَطْرَدَةٌ لِلشَّيْطَانِ وَعَوْنٌ" لَكَ عَلٰى اَمْرِ دِيْنِكَ۔ یعنی تم لمبی خاموشی اختیار کرو کیونکہ اس کے ذریعہ شیطان ذلیل ہو کر دور ہوگا۔ اور اس سے تمہارے دینی کاموں میں مدد ملے گی۔ (مشکوٰۃ) کیونکہ شیطان زبان ہی کے ذریعہ انسان پر زیادہ قابو پاتا ہے۔ اگر کسی نے زبان بند رکھی تو شیطان کے حربہ اور حملہ سے بہت زیادہ محفوظ رہے گا اور دینی امور انجام دینے میں اس کی اللہ پاک کی طرف سے مدد ہوتی رہے گی۔

طویل خاموشی کا حکم:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو خطاب کر کے فرمایا کیا میں تم کو کوئی ایسی باتیں نہ بتادوں جن پر عمل کرنا بہت ہلکی اور آسان چیز ہے اور اعمال کے ترازو میں خوب بھاری ہوگی۔ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا ان میں سے ایک تو طویل خاموشی ہے (یعنی خوب زیادہ چپکا رہنا) اور دوسری چیز اچھے اخلاق ہیں۔ پھر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ساری مخلوق نے ان دو کاموں جیسا (فائدہ مند) عمل نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ)

کم بولنا نعمت ہے:۔ ان سب روایتوں سے خاموش رہنے کی فضیلت معلوم ہوئی۔ درحقیقت یہ بہت بڑا عمل ہے بولنے کی عادت نہ ہوگی تو ہر طرح کی بدکلامی سے غیبت اور تہمت سے، لایعنی باتوں سے، فضول کلام سے محفوظ رہے گا۔ اگر زبان کو نیک کاموں میں استعمال نہ

۔ کرسکتا ہو تو پھر خاموشی ہی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا چاہیے بعض بزرگوں نے فرمایا کہ مجھے بولنے پر تو بارہا ندامت ہوتی ہے لیکن خاموشی پر کبھی شرمندگی نہیں ہوئی۔ جو کچھ بولتے ہیں ہوا میں نہیں اڑ جاتا وہ لکھا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ" (وہ انسان) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگرانی کرنے والا تیار ہے۔ جو کچھ بولا جاتا ہے اس کا حساب کتاب ہے نفع نقصان ہے۔ دنیا و آخرت میں جزا یا سزا ہے، لہذا خوب دیکھ بھال کر ضرورت کے لئے تھوڑی بہت بات کریں ورنہ خاموش رہیں۔ اور جو بات کریں وہ بھی جائز ہو۔ اور اگر زبان کو نیکی میں لگائیں تو اس کا تو کہنا ہی کیا ہے، بولنے کے گناہ بہت زیادہ ہیں اور خاموشی بہت کم کسی موقع میں گناہ بن جاتی ہے۔ مثلاً جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہو۔ وہاں خاموشی اختیار کر لی جائے تو گناہ ہوگا لیکن عام حالات میں خاموشی ہی بہتر اور افضل ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ زیادہ بولنے کو کمال سمجھتے ہیں زیادہ بولنا کمال نہیں ہے۔ خاموشی بولنے سے زیادہ کمال کی صفت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی بندے کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبت ہونے کی اور کم بولنے کی نعمت دے دی گئی تو اس سے قریب ہو جاؤ (یعنی اس کی صحبت اختیار کرو) کیونکہ اس پر حکمت کا ارتقاء ہوتا ہے (یعنی اس کے دل میں اللہ پاک حکمت کی باتیں ڈالتے ہیں (مشکوٰۃ المصابیح ۴۴۶)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اپنی زبان کو محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اس کی ان چیزوں کی پردہ پوشی فرمائیں گے جن کا ظاہر ہونا ناگوار ہوتا ہے اور جس شخص نے اپنے غصہ کو روک لیا اللہ تعالیٰ اس سے اپنے عذاب کو روک لے گا اور جو شخص اللہ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرے (یعنی توبہ کرے) اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۴۳۴)

زبان ایک درندہ ہے:۔ حضرت طاؤس نے فرمایا کہ میری زبان درندہ ہے اگر اسے چھوڑ دوں گا تو مجھے کھا جائے گی حضرت حسن نے فرمایا کہ وہ شخص اپنے دین میں عقل مند نہیں ہے جو اپنی زبان محفوظ نہیں رکھتا۔ ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر تم کو اپنی باتوں کی کتابت کے لئے کاغذ خریدنے پڑتے تو اس کی قیمت کے بوجھ کی وجہ سے زیادہ بولنے سے رک جاتے۔ حضرت ربیع بن خیثم نے بیس سال تک دنیا کی بات نہیں کی اور جب کوئی بات کرتے تو ایک دوات اور کاغذ اور قلم پاس رکھ لیتے تھے جو بھی بات کرتے اس کو لکھ لیتے پھر شام کو اپنے نفس سے محاسبہ کرتے تھے کہ فلاں فلاں بات کس ضرورت سے کہی اور بقدر ضرورت کہی یا ضرورت سے زیادہ ان اکابر کے یہ واقعات

احیاء العلوم وغیرہ میں لکھے ہیں۔

زیادہ بولنا سخت دلی کا باعث ہے:

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیْ۔ (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ کیونکہ اللہ کے ذکر کے علاوہ زیادہ بات کرنا دل کی سختی کا باعث ہے اور بلاشبہ اللہ سے سب سے زیادہ دور وہی قلب ہے جو سخت ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح ۱۹۸ از ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کا ذکر جس قدر چاہے کرے خیر ہی خیر ہے۔ دنیا میں بھی اس کی وجہ سے سکون واطمینان ہوتا ہے آخرت میں بھی بڑے بڑے اجور وثمرات ملتے ہیں۔ اور بلند درجات نصیب ہوتے ہیں۔ ذکر اللہ میں وہ باتیں بھی داخل ہیں جو دینی ضرورت سے کی جائیں۔ مثلاً دینیات کا پڑھنا پڑھانا مسائل سیکھنا سکھانا، خیر کی راہ بتانا، برائی سے روکنا وغیرہ۔ ذکر کے علاوہ بات نہ کی جائے۔ انسان کو دنیاوی ضرورت کے لئے بھی زبان کھولنی پڑتی ہے لیکن بقدر ضرورت تھوڑی بہت بات کر کے کام چلانا چاہیے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ذکر اللہ کے علاوہ زیادہ مت بولو۔ کیونکہ زیادہ بولنے سے دل میں سختی آجاتی ہے۔ اور یہ دل کی سختی اللہ کے ذکر سے اور دوسرے دینی مشاغل سے روک دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور اس سخت دلی کا مظاہرہ دونوں طرح ہوتا ہے۔ یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی بھی نہیں ہوتی اور مخلوق کے ساتھ بھی رحم اور کرم اور شفقت کا برتاؤ نہیں رہتا۔ مزاج میں سختی آجاتی ہے ضعیفوں پر رحم نہیں ہوتا اور باتوں میں کجی اور ٹیڑھا پن آجاتا ہے جس کے مظاہرے برابر ہوتے رہتے ہیں۔ جو لوگ خواہ مخواہ جھک جھک کرتے رہتے ہیں اور ذکر اللہ کے علاوہ کثرت کلامی میں مشغول ہوتے ہیں۔ ان کے ظاہری باطنی حالات اور معاملات کا جائزہ لیا جائے تو دل کی قساوت اور سختی واضح طور پر عیاں ہو جائے گی۔

وَعَنْ اُمِّ حَبِیْبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُلُّ کَلَامِ ابْنِ آدَمَ عَلَیْہِ لَا لَہٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْنَھْیٌ عَنْ مُنْکَرٍ

اَوْ ذِکْرُ اللّٰہِ۔ (رواہ ترمذی)

ترجمہ: حضرت ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی ہر بات (جو اس کے منہ سے نکلے) اس کے لئے وبال ہے اور نقصان کی چیز ہے اس کے نفع کی چیز نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ امر بالمعروف کرے یا نہی عن المنکر کرے یا اللہ کا ذکر کرے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ۱۹۸ از ترمذی)

امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ذکر اللہ کے علاوہ ہر بات وبال ہے

تشریح: اس مبارک حدیث میں یہ بتایا کہ انسان جو بھی کوئی بات اپنے منہ سے نکالتا ہے وہ اس کے لئے وبال ہوتی ہے اور اس کے لئے نفع مند نہیں ہوتی ہاں اگر امر بالمعروف کرے یعنی اچھے کاموں کے لئے کہے یا نہی عن المنکر کرے یعنی برے کاموں سے روکے یا اللہ کے ذکر میں مشغول رہے تو اس سلسلہ میں جو کچھ اس کی زبان سے نکلے گا وہ اس کے لئے فائدہ مند ہو گا، جو گناہ کی باتیں زبان سے نکلیں ان کا وبال تو ظاہر ہے جو کلام مباح ہے یعنی نہ گناہ نہ ثواب ہے اس میں مشغول ہونا بھی نقصان کا باعث ہے اسی لئے کہ جتنی دیر میں وہ بات زبان سے نکالی ۔جس پر نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے اتنی دیر میں اللہ کا ذکر کر لیا جاتا تو بڑے بڑے درجات نصیب ہو جاتے۔ دنیا کے تاجر اصل مال کے گھٹ جانے کو خسارہ کہتے ہی ہیں۔ لیکن سال بھر محنت کر کے جس قدر منافع کی امید تھی اگر وہ حاصل نہ ہو تب بھی اسے نقصان کہتے ہیں۔

اگر چہ اصل سرمایہ محفوظ ہو اور کچھ تھوڑا بہت نفع بھی ملا ہو، آخرت کے معاملہ میں بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ جتنے وقت مباح بات کر کے زبان کو خرچ کیا اور وقت کو ضائع کیا اتنی دیر میں اللہ کا نام لیا جاتا تو آخرت میں اس کے عوض بڑے بڑے پہاڑوں سے بھی بڑھ کر اجور وثمرات نصیب ہوتے جو چیز مل سکتی تھی پھر نہ لی یہ بھی تو نقصان ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ذکر اللہ کا ایک شعبہ ہے جو شخص اخلاص کے ساتھ دین کے کسی بھی کام میں لگے اس کا وہ عمل ذکر ہی میں شمار ہے پھر بھی حضور اقدس ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو علیحدہ ذکر فرمایا کیونکہ دین اسلام میں ان دونوں چیزوں کی بہت اہمیت ہے جیسا کہ خود نیک بننا اور گناہوں کو چھوڑنا ضروری ہے اسی طرح دوسروں کو نیکیوں پر ڈالنا گناہوں سے روکنا بھی ضروری ہے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری:۔ بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے بندوں کی ہدایت کیلئے اپنے احکام بھیجے ہیں۔جو قرآن مجید اور حدیث نبوی ﷺ کے ذریعہ بندوں تک پہنچے ہیں۔ان احکام میں بہت سے کام کرنے کے ہیں۔ان کو "معْرُوف" یعنی نیکی کیا جاتا ہے۔یہ خدائے تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں ہیں اور بہت سے کام ایسے ہیں جن کا کرنا منع ہے ان کو "منکر" کہتے ہیں۔یعنی برا کام جو خدائے تعالیٰ کی شریعت میں نہیں ہے۔اسلام سے اس کا جوڑ نہیں کھاتا یہ اللہ تعالیٰ کو نا محبوب اور ناپسند ہے،معروف میں فرائض،واجبات،سنن،مستحبات،سب داخل ہیں۔اور منکر میں حرام،مکروہ(تحریمی وتنزیہی)سب داخل ہیں۔سب سے بڑی نیکی فرض اور واجب کو انجام دینا ہے۔اورسب سے بڑا گناہ حرام کا ارتکاب کرنا ہے۔جو بندہ اسلام قبول کر لیتا ہے۔اس کے ذمہ صرف یہی نہیں ہے کہ خود نیک بن جائے بلکہ نیک بننے کے ساتھ دوسروں کو(خصوصا اپنے ماتحتوں کو)نیک بنانا بھی مسلمان کی بہت بڑی ذمہ داری ہے۔بہت سے لوگ خود تو دیندار ہوتے ہیں مگر ان کو دوسروں کی دینداری کی بالکل فکر نہیں ہوتی۔حالانکہ مومن کی خاص صفات جو قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں ان میں نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا بڑی اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

مومن کی خاص صفات:۔ سورۃ توبہ میں ارشاد ہے: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَیُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ۔

ترجمہ:اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے(دینی)رفیق ہیں یہ لوگ نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔عنقریب اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے گا۔

درحقیقت امر بالمعروف(نیکیوں کا حکم کرنا)اور نہی عن المنکر(برائیوں سے روکنا) بہت بڑا فریضہ ہے جسے مسلمانوں نے چھوڑ رکھا ہے۔حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے: مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ۔(رواہ مسلم)

ترجمہ: یعنی تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے (یعنی برائی کرنے والے کو اپنے زور کی طاقت سے روک دے) اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے یعنی برائی کرنے سے روک دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ (صرف دل سے برا جان کر خاموش رہ جانا اور ہاتھ یا زبان سے منع نہ کرنا) ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔

دعوت فکر: ۔ اب ہم سب مل کر اپنے حال پر غور کریں کہ اپنی نظروں کے سامنے گناہ ہوتے دیکھتے ہیں۔ نمازیں قضا کی جا رہی ہیں۔ روزے کھائے جا رہے ہیں۔ شرابیں پی جا رہی ہیں۔ رشوت کے مالوں سے گھر بھرے جا رہے ہیں۔ طرح طرح کی بے حیائی گھروں میں جگہ پکڑ رہی ہے۔ یہ سب کچھ نظروں کے سامنے ہے پھر کتنے مرد وعورت ہیں جو اسلام کے دعویدار ہیں اور ان چیزوں پر روک ٹوک کرتے ہیں۔ کھلم کھلا خدائے پاک کی نافرمانیاں ہو رہی ہیں۔ لیکن نہ دل میں ٹیس ہے نہ زبان سے کوئی کلمہ کہنے کے روادار ہیں۔ اور ہاتھ سے روکنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

دوسروں کو نیکیوں پر ڈالنا اور برائیوں سے روکنا تو درکنار خود اپنی زندگی گناہوں میں لت پت کر رکھی ہے۔ خود بھی گناہ کر رہے ہیں۔ اور اولاد کو اور دوسرے ماتحتوں کو نہ صرف گناہوں میں ملوث دیکھتے ہیں بلکہ ان کو خود گناہوں پر ڈالتے ہیں اپنے قول اور فعل سے ان کو گناہوں میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ طور طریق اللہ تعالیٰ کی رحمت دلاتے والے نہیں ہیں بلکہ اللہ کے عذاب کو بلانے والے ہیں۔ جب عذاب آتا ہے تو بلبلاتے ہیں۔ دعائیں کرتے ہیں تسبیحیں گھومتے ہیں اور ساتھ ہی شکایتیں کرتے پھرتے ہیں کہ دعائیں قبول نہیں ہو رہی ہیں۔ مصیبت دور نہیں ہوتی دعا کیسے قبول ہو اور مصیبت کیسے رفع ہو جب کہ نہ خود گناہ چھوڑتے ہیں اور نہ دوسروں کو گناہوں سے بچاتے ہیں۔ گناہوں کی کثرت کی وجہ سے جب مصیبتیں آتی ہیں تو نیک بندوں کی بھی دعائیں قبول نہیں ہوتیں جیسا کہ احادیث شریفہ میں مذکور ہے۔ بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو نیک سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی ان کو نیک جانتے ہیں انہیں اپنی عبادت اور ذکر و درود کا تو خیال ہوتا ہے لیکن دوسروں کو حتیٰ کہ اپنی اولاد کو بھی گناہوں سے نہیں روکتے بڑے تہجد گزار ہیں۔ لمبے لمبے نوافل پڑھتے ہیں۔ خانقاہ والے مرشد ہیں لیکن لڑکے خانقاہی میں داڑھی منڈ رہے ہیں۔ لڑکیاں بے پردہ ہیں لیکن ابا جان ہیں کہ اپنی نیکی کے گھمنڈ میں مبتلا ہیں

بھی حرف غلط کی طرح بھی برائیوں پر روک ٹوک نہیں کرتے۔

ایک بستی کو اُلٹنے کا حکم: ۔ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم فرمایا کہ فلاں فلاں بستی کا اس کے رہنے والوں کے ساتھ تختہ اُلٹ دو حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اے پروردگار ان میں آپ کا فلاں بندہ بھی ہے جس نے پلک جھپکنے کے بقدر بھی آپ کی نافرمانی نہیں کی۔(کیا اس کو بھی اس عذاب میں شریک کر لیا جائے) اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوا کہ اس بستی کو اس شخص پر اور باقی تمام رہنے والوں پر الٹ دو۔کیونکہ یہ شخص خود تو نیکیاں کرتا رہا اور نافرمانی سے بچتا رہا) لیکن اس کے چہرے پر میرے (احکام) کے بارے میں کبھی کسی وقت شکن (بھی) نہیں پڑی۔(مشکوٰۃ شریف) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی انجام دہی میں کوتاہی کرنے کا وبال کس قدر ہے۔اس حدیث سے ظاہر ہے۔

زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رکھو:

وَعَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍؓ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْباً مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب)

ترجمہ: عبداللہ بن بسرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس میں شک نہیں کہ اسلام کی چیزیں بہت ہیں اور ان سب پر عمل کرنا میرے لئے دشوار ہے۔لہذا آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتادیجئے جسے میں مضبوطی سے پکڑلوں اس کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ تیری زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے (مشکوٰۃ المصابیح ۱۹۸ از ترمذی وابن ماجہ)

تشریح: جو چیزیں فرائض ہیں ان کا ادا کرنا تو بہر حال فرض ہے۔اور ان کے علاوہ جو دوسری چیزیں ہیں جن کا ادا کرنا لازم ہے ان کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے ان پر عمل کیا جاسکتا ہے لیکن جو امور مستحب ہیں وہ اتنے زیادہ ہیں کہ ان سب پر عمل نہیں ہوسکتا ایک کو کرے تو دس بیس چھوٹ جاتے ہیں کیونکہ ایک وقت میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے اسی بات کے پیش نظر ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی چیز بتائیں میں لگا رہوں اور اس کے کرنے سے بہت سی نیکیوں کے چھوٹ جانے کا جو نقصان ہے اس کی تلافی ہوتی رہے اس کے جواب میں حضور اقدس ﷺ نے ان کو زبان کا ایک عمل بتادیا اور وہ یہ کہ تمہاری زبان ہر وقت اللہ کی یاد میں تر رہنی چاہیے۔قرآن

مجید اور احادیث شریفہ میں جگہ جگہ کثرت سے ذکر کی ترغیب دی ہے۔

قرآن مجید میں کثرت ذکر کا حکم:۔ سورۂ احزاب میں ارشاد ہے یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا وَّ سَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا ۝

ترجمہ: اے ایمان والو تم اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرو۔ اللہ کا ذکر بہت بڑی دولت ہے۔ جو شخص اپنی زبان کو اللہ کی یاد میں لگائے رہے اور وہ تیری میری برائی کرنے سے بھی محفوظ رہے گا۔ فضول اور لایعنی سے بھی بچے گا۔ جھوٹ تہمت، چغلی، گالی گلوچ اور ہر بُری بات سے بچ جائے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص اس سے عاجز ہو کہ راتوں کو تکلیف اٹھائے (یعنی نماز تہجد پڑھے) اور مال خرچ کرنے میں کنجوسی کرے اور دشمن سے مقابلہ کرنے میں بزدل ہو اسے چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے (الترغیب والترہیب)

ایک اور حدیث میں ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ بچھے ہوئے بستروں پر اللہ کو یاد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجات میں داخل فرمائے گا۔ (الترغیب والترہیب)

اتنا ذکر کرو کہ لوگ دیوانہ کہنے لگیں: حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس قدر اللہ کا ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہنے لگیں (الترغیب والترہیب)

حضرت ام انسؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمایئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑ دو کیونکہ یہ افضل ترین ہجرت ہے اور فرائض کی پکی پابندی کرو کیونکہ یہ افضل ترین جہاد ہے اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ کثرت ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز اللہ کے نزدیک محبوب نہیں ہے جسے لے کر تم اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ (الترغیب والترہیب)

جس نے اپنی زبان کو کثرت ذکر میں لگا دیا اس نے اپنی زبان کی قیمت پہچان لی اور نہ صرف یہ کہ بہت سے گناہوں سے بچ گیا بلکہ آخرت کے بڑے بڑے درجات کا مستحق ہو گیا۔ جعلنا اللہ منھم /

زبان کی حفاظت سے متعلق احادیث اور ان کا ترجمہ و شرح لکھنے کے بعد یہ آخری تین حدیثیں (حدیث ۳۸، ۳۹، ۴۰) ہم نے اس لئے نقل کی ہیں کہ قارئین کو زبان کے مہلکات اور نقصانات معلوم ہونے کے بعد بھی معلوم ہو جائے کہ زبان کے منافع اور خوبیاں کیا ہیں اور یہ کہ

جو شخص زبان کو برائیوں سے محفوظ رکھے اس کے لئے وہ کونسی چیزیں ہیں جن میں اپنی زبان کو مشغول رکھے۔ مذکورہ تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ زبان کو اللہ کے ذکر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور دیگر دینی مشغلوں میں لگائے رکھنا چاہیے جو آخرت میں کام آئیں۔ اب ہم ذکر کے فضائل لکھتے ہیں تاکہ شوق اور رغبت پیدا ہو اور منافع کو سامنے رکھ کر اپنے نفس سے گناہ اور لایعنی چھڑا کر ذکر میں لگانا آسان ہو جائے۔

اولاً قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی خاص خاص سورتوں کے فضائل اور پھر دیگر اذکار اور وِرد و دوا استغفار کے فضائل لکھتے ہیں:

...... قرآن مجید کی تلاوت اور اس کی فضیلت ......

قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے اس میں احکام ہیں، معارف وحقائق و آداب ہیں اس نے دنیا و آخرت کی کامیابی کے اعمال بتائے ہیں۔ یہ انقلاب عالم کے اسباب اور اقوام کے زیر و زبر کے رموز بتاتا ہے۔ اس کی برکتیں بے انتہا ہیں۔ خدائے پاک کی رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ نعمت و دولت کا خزانہ ہے۔ اس کی تعلیمات پر عمل کرنا دنیا و آخرت کی سربلندی اور سرفرازی کا ذریعہ ہے۔ یہ سب سے بڑے بادشاہ کا کلام ہے۔ خالق و مالک کا پیام ہے جو اپنے بندوں کے لئے بھیجا ہے۔ اس کے الفاظ بابرکت ہیں اس کی تلاوت کرنے والا آخرت کے بے انتہا اجر و ثمرات کا مستحق تو ہوتا ہی ہے۔ دنیاوی زندگی میں بھی رحمت و برکت اور عزت و نصرت اس سے ہمکنار رہتی ہے اور یہ شخص سکون قلب اور خوشحالی کی زندگی گزارتا ہے۔ کلام اللہ کی عجیب شان ہے اس کے پڑھنے سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ ہزاروں سال پڑھتے رہو کبھی پرانا معلوم نہیں ہوتا یعنی تلاوت کرنے والے کی طبیعت کا لگاؤ اس بنیاد پر ختم نہیں ہوتا کہ بار بار ایک ہی چیز کو کہاں تک پڑھوں بلکہ جتنی بار پڑھتے ہیں۔ نئی چیز معلوم ہوتی ہے۔

فسبحانہ ما اعظم کلامہ:۔ فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا یک حرف پڑھنے پر ایک نیکی ملتی ہے۔ اور ہر نیکی دس گنا کر دی جاتی ہے (ترمذی) لہٰذا اگر کوئی شخص تلاوت کی نیت سے الحمدللہ زبان سے نکالے تو اس کو پچاس نیکیاں مل جائیں گی کیونکہ اس کلمہ میں پانچ حرف ہیں۔ ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے حضرت ابوذرؓ کو چند نصیحتیں فرمائیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ عَلَیْکَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّهٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ۔

ترجمہ: یعنی تم تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم کرلو کیونکہ اس سے آسمان میں تمہارا تذکرہ ہوگا۔ اور زمین میں تمہارے لئے نور ہوگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۵ ج ۲)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھائے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے دل میں قرآن مجید کا کچھ حصہ (بھی) نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے (ترمذی) معلوم ہوا کہ دل ایک عمارت کی طرح ہے۔ جس کی آبادی قرآن شریف سے ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رشک صرف دو آدمیوں پر ہے۔ ایک وہ جس کو خدا نے قرآن دیا۔ سو وہ رات دن لگا رہتا ہے۔ (نمازوں میں پڑھتا ہے۔ تلاوت کرتا ہے۔ اس پر عمل کرتا ہے۔) دوسرے وہ شخص جس کو خدا نے مال دیا سو وہ اس میں سے رضائے مولیٰ میں خرچ کرتا رہتا ہے (بخاری)۔ حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی رات میں سو آیتیں پڑھ لے تو قرآن اس رات کے بارے میں اس سے نہ جھگڑے گا۔ اور جس نے کسی رات میں دو سو آیتیں پڑھ لیں تو اس کے لئے ساری رات کا ثواب لکھا جائے گا۔ اور جس نے کسی رات پانچ سو آیات سے ہزار آیات تک پڑھ لیں تو وہ صبح کے وقت اس حالت میں ہوگا کہ اس کے لئے ایک قطار لکھ دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا قطار کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہزار کی مالیت (ترمذی مرسلا)

قرآن اس سے جھگڑا نہ کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس نے رات میں قرآن مجید کا حق ادا کر دیا۔ اس لئے قرآن شریف اپنے حق کے بارے میں اس سے مؤاخذہ نہیں کرے گا کہ اس رات تو نے میرا حق ادا نہیں کیا۔

ہر مسلمان کو چاہیے کہ روزانہ پابندی سے قرآن مجید کی تلاوت کچھ نہ کچھ ضرور کیا کرے۔ مہینہ دو مہینہ میں ایک ختم ضرور کرے اور جن سورتوں کی بہت فضیلت آئی ہے ان کو موقعہ بموقعہ پڑھتا رہے اور خالی اوقات میں ان کا ورد رکھے۔ بچوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور روزانہ ان کو تلاوت کا حکم دیں۔ آجکل ہم ایسے دور سے گذر رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو چھوٹوں اور بڑوں کو بچوں اور بوڑھوں کو قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور اللہ کا ذکر کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی صبح ہوتی ہے تو سب سے پہلے ریڈیو اور اخبارات میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ پھر گھنٹہ آدھ گھنٹہ

کے بعد بچے ناشتہ سے فارغ ہو کر بناؤ سنگھار کر کے اسکول کی راہ لیتے ہیں اور بڑے ملازمتوں کو چل دیتے ہیں۔ عورتیں اور چھوٹے بچے ریڈیو سے گانا بجانا سنتے رہتے ہیں۔ جب اسکول والے بچے واپس آتے ہیں تو وہ بھی گانا سننے میں لگ جاتے ہیں۔ کہاں کا ذکر اور کہاں کی تلاوت سب حُبِّ دنیا میں مست رہے ہیں۔ بہت کم کسی گھر سے کلام اللہ پڑھنے کی آواز آتی ہے۔ ذکر اللہ اور تلاوت کلام اللہ کے لئے لوگوں کی طبیعت آمادہ ہی نہیں محلے کے محلے غفلت کدے بنے ہوئے ہیں۔ اِکّا دُکّا کسی گھر میں کوئی نمازی ہے۔

اب ہم مختلف سورتوں کے فضائل لکھ رہے ہیں تاکہ تلاوت کے فوائد اور فضائل سامنے آجانے سے اور زیادہ ترغیب کا باعث ہو۔

سُورَۃ الفاتِحہ کی فضیلت:۔ سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی پہلی سورت ہے جو بہت بڑی فضیلت والی سورت ہے۔ ایک حدیث میں اس کو قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت فرمایا ہے۔ (بخاری) سورتیں تو اور بھی ہیں لیکن عظمت کے اعتبار سے یہ سب سے بڑی ہے اس کی بہت برکات ہیں نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ جیسی سورت نہ تو توریت میں نازل ہوئی نہ انجیل میں نہ زبور میں نہ قرآن میں (ترمذی) سورۃ فاتحہ کا ورد رکھنا دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے نوازے جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سورۃ فاتحہ میں ہر مرض سے شفا ہے (دارمی) ایک حدیث میں ہے کہ سردار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ فاتحہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے عرش کے نیچے سے مرحمت فرمائی۔ (حصن حصین)

سورۃ بقرہ اور آل عمران کی فضیلت:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ (یعنی گھروں میں ذکر و تلاوت کا چرچا رکھو اور ذکر و تلاوت سے خالی رکھ کر گھروں کو قبرستان نہ بنادو کہ جیسے وہاں ذکر و تلاوت کی فضا نہیں۔ ایسے ہی تمہارے گھر بھی اس سے خالی ہو جائیں اور زندہ لوگ مُردوں کے مشابہ بن جائیں، ایسا نہ کرو) پھر فرمایا کہ بیشک شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے۔ جس سے سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھا کرو۔ کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے لوگوں کے لئے (جو اسے پڑھتے پڑھاتے ہیں اور اس کی

تلاوت کا ذوق رکھتے ہیں) سفارشی بن کر آئے گا پھر فرمایا کہ دوروشن سورتوں کو پڑھو (یعنی) سورۃ بقرہ اور سورۃ آلِ عمران کو کیونکہ یہ دونوں قیامت کے دن (۲) سائبانوں کی طرح آئیں گی اور اپنے لوگوں کو بخشوانے اور درجے بلند کرانے کے لئے (خدائے پاک کے حضور میں) خوب زور دار سفارش کریں گی۔ پھر فرمایا کہ سورۂ بقرہ کو پڑھو کیونکہ اس کا حاصل کر لینا باعث برکت ہے اور اس کا چھوڑ دینا باعث حسرت ہے اور یہ باطل والوں کے بس کی نہیں۔ (مسلم شریف)

آیۃ الکرسی کی فضیلت:۔ آیۃ الکرسی سورۂ بقرہ کی ایک آیت ہے۔ اس کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت ابی ابن کعبؓ سے دریافت فرمایا کہ بتاؤ اللہ کی کتاب میں کون سی آیت سب سے زیادہ بڑی ہے۔ حضرت ابی ابن کعبؓ نے عرض کیا اللہ و رسول ﷺ ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے پھر یہی سوال کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ سب سے بڑی آیت یہ ہے۔ اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آخر تک) ہے۔ یہ سن کر ان کی تصدیق فرماتے ہوئے آنحضرت محمد ﷺ نے ان کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا: تم کو علم مبارک ہو۔ (مسلم شریف)

بعض احادیث میں آیت الکرسی کو تمام آیاتِ قرآنیہ کی سردار بتایا ہے۔ (حصن حصین) ایک حدیث میں ہے کہ جب تم رات کو سونے کے لئے اپنے بستر پر جاؤ تو آیۃ الکرسی اَللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (آخر تک) پڑھ لو۔ اگر ایسا کر لو گے تو اللہ کی طرف سے تمہارے اوپر ایک نگران مقرر ہو جائے گا۔ اور تمہارے قریب شیطان نہ آئے گا۔ (بخاری شریف)

فرض نماز کے بعد بھی آیت الکرسی پڑھنی چاہیے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر (فرض) نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اس کو جنت میں جانے کے لئے موت ہی آڑ بنی ہوئی ہے اور جو شخص اس آیت کو بستر پر لیٹتے وقت پڑھ لے تو اللہ اس کے گھر میں اور پڑوس کے آس پاس کے گھروں میں امن رکھے گا۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

شیطان کے اثر، آسیب، بھوت پریت سے بچنے کے لئے آیۃ الکرسی کا پڑھنا مجرب ہے۔

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کی فضیلت:۔ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے لے کر ختم سورۃ تک) ان کے پڑھنے کی بھی بہت فضیلت ہے۔ آخری آیت میں

دعائیں ہیں اور ہر دعا بہت ضرورت کی ہے اور ان دعاؤں کی قبولیت کا وعدہ بھی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ اس وقت آسمانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا تھا۔ اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا۔ آپ ﷺ فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ نازل ہوا ہے جو آج سے پہلے زمین کی طرف کبھی نازل نہیں ہوا ہے۔ اُس فرشتے نے آپ کو سلام کیا اور کہا آپ خوشخبری قبول فرمائیں ایسی دو چیزوں کی جو سراپا نور ہیں۔ آپ محمد ﷺ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

(۱) فاتحۃ الکتاب (یعنی سورۃ الحمد شریف)

(۲) سورۃ بقرہ کی آخری آیات (ان دونوں میں دعائیں ہیں) اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ ان میں سے دعا کا جو بھی حصہ آپ ﷺ پڑھیں گے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور عطا فرمائے گا۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کسی رات میں پڑھ لیں تو یہ آیات اس کے لئے کافی ہوں گی۔ (یعنی رات بھر یہ شخص جن و بشر کی شرارتوں سے محفوظ رہے گا۔ ہر ناگوار چیز سے اس کی حفاظت ہو گی۔) (بخاری مسلم)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے سورۂ بقرہ کے ختم پر جو آیتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے خزانوں سے دی ہیں جو اس کے عرش کے نیچے ہیں۔ (ان میں جو دعائیں ہیں ایسی جامع ہیں کہ انہوں نے دنیا و آخرت کی کوئی بھلائی نہیں چھوڑی جس کا سوال ان میں نہ آ گیا ہو۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت مکحول تابعیؒ نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ آل عمران جمعہ کے دن پڑھ لے رات آنے تک فرشتے دعا کرتے رہیں گے۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن الدارمی و هو محمول علی انه من صحابی ؓ مرفوع اذمثل هذا لا یدرک بالرائی)

سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات کی فضیلت: ۔ حضرت عثمان غنیؓ نے فرمایا کہ جو شخص سوۃ آل عمران کی آخری (دس آیات اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے لے کر ختم سورۃ تک کسی رات میں پڑھ لے تو پوری رات نماز میں کھڑے رہنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (دارمی)

سورہ کہف کی فضیلت:۔ سورۂ کہف پندرہویں پارے کے آدھے سے شروع ہوتی ہے۔اس سورت کے پڑھنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھ لی اس کے لئے دونوں جمعوں کے درمیان نور روشن رہے گا۔(بیہقی فی الدعوات الکبیر) یعنی اس کا دل منور رہے گا یا یہ مطلب ہے کہ جمعہ کے دن ایک بار پڑھ لینے سے اس کی قبر میں بقدر ایک ہفتہ کے روشنی رہے گی۔اگر کوئی ہر جمعہ کو پڑھ لیا کرے تو اسے موت کے بعد بھی نور نصیب ہوگا۔

حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے سورۂ کہف کے اوّل حصہ میں تین آیات پڑھ لیں وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔(رواہ الترمذی)

سورۂ یٰسین شریف کی فضیلت:۔ حضرت عطاء بن ابی رباح (تابعی) فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے دن کے اوّل حصہ میں یٰسین شریف پڑھ لی اس کی حاجتیں پوری کردی جائیں گی۔(مشکوٰۃ)

اور ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے سورۂ یٰسین اللہ کی رضا کی نیت سے پڑھی۔اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔لہٰذا تم اسے اپنے موتیٰ کے پاس پڑھا کرو۔(مشکوٰۃ شریف) یعنی جس کی موت کا وقت قریب ہو اس کے پاس بیٹھ کر پڑھو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے۔اور قرآن پاک کا دل سورۂ یٰسین ہے۔جس نے یٰسین (ایک مرتبہ) پڑھی۔اس کے پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس مرتبہ پورا قرآن شریف پڑھنے کا ثواب لکھ دے گا۔(مشکوٰۃ شریف)

سورۂ واقعہ کی فضیلت:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھ لیا کرے اسے کبھی فاقہ نہ ہوگا۔(روای حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود کے شاگرد کا بیان ہے) کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی لڑکیوں کو حکم دے کر روزانہ رات کو سورۂ واقعہ پڑھوایا کرتے تھے۔(مشکوٰۃ)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم اپنی عورتوں کو سورۂ واقعہ سکھاؤ۔کیونکہ وہ غنا یعنی مالداری لانے والی سورت ہے۔(کنز العمال)

سورۂ تبارک الذی اور الم سجدہ کی فضیلت:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت ہے۔ جس میں تیس آیات ہیں۔ اس نے ایک شخص کی یہاں تک سفارش کی کہ بخش دیا گیا۔ یہ سورۃ تَبَارَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ہے۔ (ترمذی)

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ رات کو اُس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک کہ سورۂ آلم تنزیل اور سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک نہ پڑھ لیتے تھے۔ (ترمذی)

دو سورتیں عذاب قبر سے بچانے والی ہیں: سورۂ آلم تنزیل اکیسویں پارہ میں ہیں۔ جسے آلم سجدہ بھی کہتے ہیں۔ جو سورۂ لقمان اور سورۂ احزاب کے درمیان ہے۔ سورۂ تبارک الذی اور آلم سجدہ کو قبر کے عذاب سے بچانے میں خاص دخل ہے۔ جیسا کہ چغلی اور پیشاب کی چھینٹوں سے احتیاط نہ کرنے کا عذاب لانے میں زیادہ دخل ہے۔

حضرت خالد بن معدان (تابعی) نے فرمایا کہ مجھے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک شخص سورۂ آلم سجدہ کو پڑھا کرتا تھا اس کے سوا (بطور ورد) کوئی دوسری سورۃ نہ پڑھتا تھا اور تھا بھی بہت گنہگار جب قبر میں عذاب ہونے لگا تو اس سورۃ نے اس شخص پر اپنے پر پھیلا دیئے اور عرض کیا کہ اے رب اس کی مغفرت فرمادے کیونکہ یہ مجھے پڑھا کرتا تھا۔ چنانچہ خداوند قدوس نے اس کی سفارش قبول فرمائی اور فرمایا کہ اس کے لئے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی لکھ دو اور ایک ایک درجہ بلند کردو۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی جانب سے قبر میں جھگڑا کرے گی اور اللہ پاک سے عرض کرے گی کہ اے اللہ اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما، اگر میں تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو مجھے اپنی کتاب سے مٹادے۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ سورۃ پرندے کی طرح اپنے پَر پھیلا دے گی۔ اور سفارش کرے گی اور عذاب قبر سے بچائے گی۔ یہ جو کچھ فضیلت سورۃ آلم سجدہ کی بتائی یہ فضیلت اور خصوصیت سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک کی بھی بتائی۔ (مشکوٰۃ عن الدارمی مرسلا)

ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے ایک قبر پر خیمہ لگالیا۔ انہیں پتہ نہ تھا کہ یہاں قبر ہے وہاں سے ان کو سورۂ تبارک الذی بیدہ الملک پڑھنے کی آواز آئی۔ پڑھنے والے نے (جو صاحب قبر تھا۔) یہ سورۃ پڑھتے پڑھتے ختم کردی۔ خیمہ لگانے والے صحابیؓ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ عرض کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا: هِیَ الْمَانِعَۃُ الْمُنْجِیَۃُ تُنْجِیْہِ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ یعنی یہ سورۃ عذاب کو روکنے والی ہے۔ اللہ کے عذاب سے نجات دلانے والی

ہے۔(ترمذی)

سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں:۔حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صبح کو تین مرتبہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

پڑھ کر سورۃ حشر کی آخری تین آیتیں پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ستر ہزار فرشتے مقرر فرمادیں گے جو اس دن شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اگر اس دن مر جائے گا، تو شہید ہونے کا درجہ پائے گا اور جس نے یہ عمل شام کو کر لیا۔ تو اس کو بھی یہی نفع ہوگا۔(یعنی ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہیں گے اور اس رات مر جائے گا تو شہادت کا درجہ پائے گا)۔(ترمذی، دارمی)

سورۃ اذازلزلت اور قل یاایھا الکافرون اور سورۃ الاخلاص کی فضیلت:۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت سرورِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ نصف قرآن کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" تہائی قرآن مجید کے برابر ہے اور سورۃ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ چوتھائی قرآن مجید کے برابر ہے۔(ترمذی)

حضرت انسؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے روزانہ دو سو مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" پڑھ لی اس کے پچاس سال کے گناہ (صغیرہ) اعمال نامہ سے مٹادیئے جائیں گے۔ہاں اگر اس کے اوپر کسی کا قرض ہو تو وہ معاف نہ ہوگا۔(ترمذی) نیز حضرت انسؓ نے حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص بستر پر سونے کا ارادہ کرے اور داہنی کروٹ پر لیٹ کر سو مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" پڑھ لے تو قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوگا کہ اے میرے بندے تو اپنی داہنی جانب سے جنت میں داخل ہو جا۔(ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" پڑھتے ہوئے سن لیا۔آپؐ نے فرمایا (اس کے لئے) واجب ہوگئی، میں نے پوچھا کیا (چیز) واجب ہوگئی؟ فرمایا: جنت! (ترمذی و نسائی)

ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں اس سورۃ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد" سے محبت رکھتا ہوں۔آپؐ نے فرمایا اس کی محبت نے تجھے جنت میں داخل کر دیا۔(ترمذی) حضرت سعید بن

مسیب سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نے دس مرتبہ سورۃ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحد" پڑھ لی، اس کیلئے جنت میں ایک محل بنادیا جائے گا۔ اور جس نے بیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں دو محل بنادیئے جائیں گے۔ اور جس نے تیس مرتبہ پڑھ لی اس کے لئے جنت میں تین محل بنادیئے جائیں گے۔ یہ سُن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا یارسول اللہؐ! اللہ کی قسم اس صورت میں تو ہم اپنے بہت سے محل بنالیں گے۔ آپ نے فرمایا "اللہ اس سے بڑھ کر دینے والا ہے۔ جتنا عمل کرلو گے اس کے پاس اس سے بہت زیادہ انعام ہے۔ (دارمی مرسلاً)

سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ ہزار آیات پڑھ لو۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہؐ کسے طاقت ہے کہ روزانہ ہزار آیات (پابندی سے بلاناغہ) پڑھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ سورۃ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ لو۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ: ۔ یہ سورتیں قرآن مجید کی آخری دو سورتیں ہیں۔ ان کو معوذتین کہتے ہیں۔ ان کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ تکلیف دینے والی چیزوں اور مخلوق کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لئے ان کا پڑھنا بہت ہی زیادہ نافع اور مفید ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ فرماتے ہیں کہ میں سرور عالم ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھا کہ اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا ہوگیا۔ حضور اقدس ﷺ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر اس مصیبت سے اللہ کی پناہ لینے لگے۔ اور فرمایا کہ عقبہ ان سورتوں کے ذریعہ اللہ کی پناہ حاصل کرو۔ کیونکہ ان جیسی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کے ذریعہ کوئی پناہ لینے والا پناہ حاصل کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن حبیب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایسی رات میں جس میں بارش ہو رہی تھی اور سخت اندھیرا بھی تھا۔ حضور اقدس ﷺ کو تلاش کرنے کے لئے نکلے۔ چنانچہ ہم نے آپؐ کو پالیا۔ آپؐ نے فرمایا کہو۔ میں نے عرض کیا کہ کیا کہوں۔ فرمایا جب صبح ہو اور شام ہو۔ تو قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحد" اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ تین تین بار پڑھ لو۔ یہ عمل کرلو گے تو ہر ایسی چیز سے تمہاری حفاظت ہوجائے گی۔ جس سے پناہ لی جاتی ہے۔ (یعنی ہر موذی اور ہر شر اور بلا سے محفوظ ہوجاؤ گے۔ (ترمذی)

بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھتا ہے تو ہر اس چیز کے شر سے اللہ کی پناہ لیتا ہے جو اللہ نے پیدا کی ہے۔ اور رات کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے اور گرہوں میں دم کرنے والی عورتوں کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے جو جادو کرتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے بھی پناہ لیتا ہے۔ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھنے والا سینوں میں وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے پناہ لیتا ہے۔ اتنی چیزوں کے شر سے بچنے کے لئے دعاء کی جاتی ہے۔ اس لئے یہ دونوں سورتیں ہر طرح کے شر اور بلا اور مصیبت اور جادو ٹونہ ٹوٹکہ سے محفوظ رہنے کے لئے مفید ہیں اور مجرب ہیں۔ اور ان کو شام تین تین بار ضرور پڑھے اور سورۂ اخلاص بھی ان کے ساتھ تین بار ملا لے اور دیگر اوقات میں بھی ان کا ورد رکھے۔ کسی بچے کو تکلیف ہو، نظر لگ جائے ت وان دونوں کو پڑھ کر دم کرے۔ بچوں کو یاد کرادیں۔ صبح شام ان سے پڑھائیں۔

رات کو سوتے وقت کرنے کا ایک عمل: ۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ روزانہ رات کو جب حضور اقدس ﷺ بستر پر تشریف لاتے تو سورۂ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ پڑھ کر ہاتھ کی دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر ان میں اس طرح پھونک مارتے تھے کہ کچھ تھوک بھی ساتھ نکل جاتا تھا پھر دونوں ہتھیلیوں کو پورے بدن پر جہاں تک ممکن تھا پھیر لیتے تھے۔ یہ ہاتھ پھیرنے سر اور چہرہ سے اور سامنے کے حصے سے شروع فرماتے تھے اور یہ عمل تین بار فرماتے تھے۔ (بخاری)

بیماری کا ایک عمل: ۔ نیز حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو جب کوئی تکلیف ہوتی تھی تو اپنے جسم پر سورہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الفَلَقِ اور سورۂ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ (جس کا طریقہ بھی اُوپر گزرا) پھر جس مرض میں آپ کے ہاتھ پر دم کردیتی تھی پھر آپؐ کے ہاتھ کو آپؐ کے جسم پر پھیر دیتی تھی (بخاری و مسلم)

دم صرف پھونکنے کو نہیں کہتے۔ دم یہ ہے کہ پھونک کے ساتھ تھوک کا بھی کچھ حصہ نکل کر جائے۔

تسبیح، تحمید، تکبیر، تہلیل وغیرہ کا ثواب......

جنّت میں داخل :۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ کسی نے عرض کیا اس کا اخلاص کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس شخص کو خدا کی منع کی ہوئی چیزوں سے روک دے۔ (ترغیب عن الطبرانی)

یعنی اس کلمہ کو اخلاص کے ساتھ پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو خوب سمجھ کر پڑھے اور سچے دل کے ساتھ خدا کے معبود ہونے کا اقرار کرے۔ جب خدائے پاک کے وحدہٗ لاشریک اور قادر مطلق اور حاضر ناظر ہونے کا اقرار کرے گا تو ظاہر ہے کہ گناہوں کی جرأت نہ ہوگی۔

عرش تک :۔ اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب کبھی بھی کوئی شخص اخلاص کے ساتھ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے گا تو اس کے لئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ عرش تک پہنچ جائے گا۔ (یہ جب ہے کہ) جب تک بڑے گناہوں سے بچتا رہے۔ (ترمذی)

خدا تک پہنچنا :۔ رسولِ خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہ) نصف ایمان ہے۔ اور الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے۔ اور لا الٰہ اِلَّا اللّٰہ کے لئے خدا سے ورے کوئی پردہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ وہ خدا کے پاس نہ پہنچے۔ (ایضاً) سبحان اللّٰہ نصف میزان ہے۔ یعنی قیامت کے روز سبحان اللّٰہ کا ثواب پوری ترازو بھر دیگا۔

مشکوٰۃ شریف (کتاب الطہارۃ) میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ الحمد للہ ترازو کو بھر دیتا ہے اور سبحان اللہ والحمد للہ بھر دیتے ہیں زمین وآسمان کے درمیان کو۔ (الحدیث من المسلم)

سب سے زیادہ محبوب :۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج نکلتا ہے۔ (مسلم)

سب گناہ معاف :۔ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی روز سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہے اس کے گناہ ختم کر دیئے جائیں گے۔ اگرچہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ (مشکوٰۃ)

زبان پر ہلکے اور ترازو میں بھاری: ۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ کا ارشاد ہے کہ دو کلمے زبان پر ہلکے ہیں۔ترازو میں بھاری ہوں گے۔خدا کو پسند ہیں۔یعنی سبحان اللّٰہ وبحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم (بخاری)

روزانہ ہزار نیکیاں: ۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول خداﷺ کے پاس موجود تھے آپؐ نے فرمایا کہ تم سے یہ نہیں ہوسکتا کہ روزانہ ہزار نیکیاں کماؤ؟ یہ سن کر حاضرین مجلس میں سے ایک سائل نے سوال کیا ہم میں سے کوئی کیسے ہزار نیکیاں کما سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ جو 100 مرتبہ سبحان اللہ کہہ لے تو اس کے لئے ہزار نیکیاں لکھ دی جائیں۔ اوراس کے ہزار گناہ ختم کردیئے جائیں گے۔(مشکوٰۃ)

دس غلام آزاد کیئے: ۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خداﷺ نے کہ جو شخص کسی روز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ کہہ لے تو اس کو دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔اوراس کے لئے سو نیکیاں لکھی جائیں گی اوراس کے سو 100 گناہ معاف کردیئے جائیں گے اور یہ کلمات اس روز شام تک اس شخص کے لئے شیطان سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہوں گے اوراس روز کوئی شخص اس سے افضل عمل کرنے والا نہ ہوگا۔سوائے اس شخص کے جو اس سے زیادہ عمل کرے۔(بخاری ومسلم)

سب سے پہلے جنت میں: ۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جنت کی طرف ان لوگوں کو بلایا جائے گا جو خوشی اور تنگی میں اللہ کی حمد کرتے تھے۔(مشکوٰۃ)

حضرت موسیٰؑ کو ہدایت: ۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول خداﷺ نے ایک مرتبہ ذکر فرمایا کہ موسیٰؑ نے خداوند عالم سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے کوئی ایسی چیز بتادیجئے جس کے ذریعہ (وظیفہ کے طور پر) آپ کو یاد کیا کروں رَبُّ العٰلمین نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ لا الٰہ الا اللّٰہ پڑھا کرو یہ سن کر موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس کو تو تیرے بندے پڑھتے ہیں۔اور میں تو ایسی چیز چاہتا ہوں جو خاص آپ مجھ کو بتائیں۔رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰؑ اس کلمہ کو معمولی نہ سمجھو اگر ساتوں آسمان اوران کو میرے علاوہ آباد کرنیوالے فرشتے وغیرہ اور ساتوں زمینیں ایک پلڑہ میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الٰہ الا اللّٰہ رکھ دیا جائے تو لا الٰہ الا اللّٰہ والا پلڑہ ہی جھک جائے گا۔(مشکوٰۃ)

جنت میں درخت:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ کہے اس کے لئے جنت میں کھجور کا ایک درخت لگ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس رات مجھ کو سیر کرائی گئی (یعنی معراج کی رات) میں ابراہیمؑ سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اے محمد ﷺ اپنی امت کو میرا اسلام کہہ دیجیو اور ان کو بتلا دیجیو کہ جنت کی اچھی مٹی ہے اور میٹھا پانی ہے اور وہ چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ (ایضاً)

مطلب یہ ہے کہ جنت میں اگرچہ درخت بھی ہیں پھل اور میوے بھی ہیں مگر اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی زمین کھیتی کے لائق ہو۔ اس کی مٹی اچھی ہو اور وہاں بہترین میٹھا پانی ہو جب اس میں درخت لگا دیئے جائیں تو اسکی مٹی کی اپنی صلاحیت اور بہترین پانی اس میں اچھے درخت اور بہترین غلہ پیدا کر دے گا بالکل اسی طرح جنت کو سمجھ لو کہ یہاں بوؤ گے وہاں کاٹ لو گے وہ اس کے لئے خالی ہے جو کچھ کر کے نہ لے گیا۔

پورے سو 100:۔ حضرت عمرو بن شعیبؓ اپنے باپ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح کو سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہے اور شام کو سو 100 مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہے اس کو سو 100 حج کرنے کا ثواب ملے گا اور جو شخص سو 100 مرتبہ صبح کو خدا کی حمد کرے (الحمد للہ کہے) اور سو 100 مرتبہ شام کو خدا کی حمد کرے تو اسے مجاہدین کو سو گھوڑے دینے کا ثواب ملے گا اور جس نے سو مرتبہ صبح کو اور سو مرتبہ شام کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہا اس کو اسمٰعیل کی اولاد میں سے سو 100 غلام آزاد کرنیکا ثواب ہوگا اور جس نے سو 100 مرتبہ صبح کو اور سو 100 مرتبہ شام کو اَللّٰہُ اَکْبَر کہا تو اس دن کوئی دوسرا شخص اس کے برابر عمل کرنے والا نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس نے اس کی برابر یا اس سے زیادہ (یہ مذکورہ) کلمات کہہ لئے ہوں۔ (ترمذی)

پت جھڑ کی طرح:۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ ایسے درخت پر گزرے جس کے پتے سوکھے ہوئے تھے آپ نے اس میں لاٹھی ماری جس کی وجہ سے پتے جھڑ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور سُبْحَانَ اللّٰہِ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ بندے کے گناہوں کو اس طرح گرا دیتے ہیں جس طرح پتے گر رہے ہیں (ایضاً)

ڈھال سنبھال لو:۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنا ڈھال سنبھال لو صحابہ نے عرض کیا کیا دشمن آ گیا آپ نے فرمایا دشمن تو نہیں آیا لیکن تم دوزخ سے بچنے کا ڈھال لے لو۔

اُحد پہاڑ کے برابر:۔ حضرت عمران ابن حصینؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول خدا نے ارشاد فرمایا کہ تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ اُحد (پہاڑ) کے برابر عمل کر لیا کرو؟ صحابہ نے عرض کیا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا تم سب کر سکتے ہو صحابہ نے عرض کیا (وہ کیا عمل ہے) فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہ اُحد سے بڑا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اُحد سے بڑا ہے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ اُحد سے بڑا۔ (ترغیب)

360 جوڑوں کا صدقہ:۔ حضرت ابو ذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزانہ صبح کو تمہارے جسم کے جوڑوں کی طرف سے (بطور شکر) صدقہ واجب ہوتا ہے۔ پس سُبْحَانَ اللّٰہ کہنا اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور لَا اِلٰہ الا اللّٰہِ کہنا صدقہ ہے اور نیکی کا حکم کرنا صدقہ ہے اور برائی سے روکنا صدقہ ہے اگر کسی نے اپنے جسم کے جوڑوں کی تعداد کے برابر یہ تمام کر لئے تو ان کا صدقہ ہو گیا اور ان جوڑوں کے شکریہ میں چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا کافی ہے (مسلم) دوسری حدیث میں ہے کہ انسان کے جسم میں 360 جوڑ ہیں ان کی طرف سے روزانہ صدقہ کرنا واجب ہے۔ (ابوداؤد)

افضل الذکر:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ افضل ذکر لَا اِلٰہ الا اللّٰہِ ہے اور افضل دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ہے۔ (ترمذی ابن ماجہ)

ایمان تازہ کرو:۔ رسول خدا ﷺ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اپنا ایمان تازہ کیا کرو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کیسے اپنا ایمان تازہ کریں آپ نے فرمایا کہ لَا اِلٰہ الا اللّٰہِ کثرت سے پڑھا کرو۔ (ترغیب)

بوڑھوں اور ضعیفوں کا مشغلہ:۔ حضرت اُم ہانیؓ فرماتی ہیں کہ ایک روز رسول خدا ﷺ کا مجھ پر گزر ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی اور ضعیف ہو گئی ہوں لہذا مجھے آپ ایسا عمل بتا دیجئے جو بیٹھی بیٹھی کرتی رہا کروں۔

آپ نے فرمایا کہ سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے سو 100 غلام آزاد کرنے کے برابر ہوگا۔ جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے ہوں اور سو مرتبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے زین کسے ہوئے اور لگام لگے ہوئے ایسے سو گھوڑوں کے برابر ہوگا جن کو تم فی سبیل اللہ جہاد میں دو گی۔

اور سو مرتبہ اللہ اکبر کہہ لیا کرو کیونکہ یہ تمہارے لئے پٹہ پڑے ہوئے اور خیرات کے بعد قبول کئے ہوئے سو 100 اونٹوں سے افضل ہوگا اور سو مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا کرو کیونکہ یہ کوئی گناہ نہیں چھوڑتا اور کوئی عمل اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ (ترغیب)

چار منتخب کلام:۔ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالیٰ نے سارے کلام سے چار کلام چھانٹے ہیں سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ جس نے سُبْحَانَ اللّٰہِ کہا اس کے لئے بیس ۲۰ نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اس کے بیس ۲۰ گناہ معاف کر دیے جائیں گے اور جس نے اللہ اکبر کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس کا بھی یہی ثواب ہے اور جس نے اپنے دل سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہا اس کے لئے تیس ۳۰ نیکیاں لکھ دی جائیں گی اور اسکے تیس گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ (ترغیب عن احمد و نسائی واللفظ له والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

ڈھائی ہزار نیکیاں:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو چیزیں ہیں جو مسلمان ان کی پابندی کرے گا جنت میں داخل ہوگا دونوں چیزیں آسان ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے کم ہیں ہر نماز کے بعد دس ۱۰ مرتبہ سبحان اللہ کہے اور دس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اللہ اکبر دس بار کہے زبان پر (پانچوں وقت کے ملا کر) یہ ۱۵۰ ہوئے اور (قیامت کے روز فی نیکی دس کے حساب سے) ترازو میں ڈیڑھ ہزار ہوں گے۔ (یہ پہلی چیز ہوئی دوسری چیز یہ ہے کہ) جب سونے کے لئے اپنے بستر پر جائے تو سبحان اللہ، الحمد للہ، اور اللہ اکبر سو مرتبہ کہے (کہ سبحان اللہ ۳۳، الحمد للہ بھی ۳۳ بار ہو، اور اللہ اکبر ۳۴ بار ہو) یہ زبان پر سو مرتبہ ہوئے اور ترازو میں ہزار ہوں گے۔ (یہ سب ۲۵۰۰ نیکیاں ہوئیں) بتاؤ تم میں ایسا کون ہے جو رات دن میں ۲۵۰۰ گناہ کرتا ہو (لہذا جو کوئی اس عمل کو کرے گا اس کی نیکیاں گناہوں سے زیادہ ہونگی)۔

صحابہ نے عرض کیا یہ تو کوئی مشکل چیز نہیں ہے) ہم اس کی پابندی کیسے نہ کر سکیں گے آپ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے میں تمہارے پاس شیطان آ کر کہے گا کہ فلاں چیز یاد کر

یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاؤ گے اور اسکی اس حرکت کی وجہ سے (ان پر عمل نہ کر سکو گے اور اسی طرح سونے کا وقت آ جائے گا۔ اور سلانے کی کوشش کرتا رہے گا حتیٰ کہ سو جاؤ گے۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

غریبوں اور مالداروں کا اعمال صالحہ میں مقابلہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ وہ مہاجر صحابہ جو فقیر تھے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ بڑے مال والے تو بلند درجات اور ہمیشہ کی نعمتیں لے اڑے اور ہم محروم رہ گئے) آپ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کیسے؟ عرض کیا کہ اس طرح کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور وہ روزے رکھتے ہیں جیسا کہ ہم روزے رکھتے ہیں اور وہ صدقہ کرتے ہیں اور ہم صدقہ نہیں کرتے وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے (لہذا مالی عبادات میں وہ ہم سے بڑھ گئے) آپؐ نے فرمایا کہ کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتا دوں کہ اسکے سبب تم ان لوگوں کو پکڑ لو گے (یعنی برابر ہو جاؤ گے) جو تم سے پہلے گزر گئے اور ان سے آگے بڑھ جاؤ گے جو تمہارے بعد ہوں گے اور کوئی تم سے افضل نہ ہو گا سوائے اس کے جو تمہارے جیسا عمل کرے ان حضرات نے عرض کیا کہ جی ہاں ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ۳۳ بار سبحان اللہ، اللہ اکبر الحمد للہ ہر نماز کے بعد پڑھا کرو، راوی کہتے ہیں کہ وہ حضرات (خوشی خوشی) چلے گئے اور پھر آ کر عرض کیا حضرت ہمارے مال دار بھائیوں نے سن لیا ہے اور ایسا عمل شروع کر دیا (لہذا ہم پھر پیچھے رہ گئے) آپ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے دے۔ (مشکوٰۃ عن البخاری و مسلم)

نماز کے بعد ان تسبیحات کے پڑھنے میں مختلف روایات ہیں کسی میں دس دس بار پڑھنا آیا ہے اور کسی میں تینوں ملا کر ۳۳ بار پڑھنا وارد ہوا ہے اور کسی میں ۳۳، ۳۳ بار سبحان اللہ، الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر اور کسی میں اور کچھ آیا ہے اکثر عدد والی روایات پر عمل کریں تو زیادہ بہتر ہے اور کبھی مشغولیت کے وقت یا غلبہ نیند کیوقت کم عدد پر عمل کر لیا کریں۔

فرض نمازوں کے بعد کی تسبیحات:۔ ایک حدیث میں ہے کہ چند چیزیں جو ایک دوسرے کے بعد آتی ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ان کے کہنے والا محروم نہیں ہو سکتا۔

۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ، اور ۳۴ بار اللہ اکبر۔ (مسلم شریف)

اور ایک حدیث میں یوں آیا ہے کہ جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ کہا اور ۳۳ بار الحمد للہ کہا اور ۳۳ بار اللہ اکبر اور ان ننانوے کو پورا سو کرنے کے لئے ایک

بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" کہا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگر چہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں (مسلم)

ایک حدیث میں اس طرح ہے کہ نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر ۲۵، ۲۵ بار کہے اور ۲۵ بار لا الہ الا اللہ کہے۔ (مشکوٰۃ)

نماز فجر اور مغرب کے بعد دس بار: ۔حضرت عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز مغرب اور نماز فجر پڑھ کر ٹانگیں موڑے بغیر (یعنی التحیات کی طرح بیٹھے بیٹھے) دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے تو ہر مرتبہ کے بدلے اس کے لئے دس نیکیاں لکھ دی جائیں گی۔ اور دس گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے۔ اور یہ کلمات ہر تکلیف سے اور شیطان مردود سے حفاظت کی چیز بن جائیں گے اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہ کر سکے گا۔ اور یہ شخص سب سے افضل ہوگا الا یہ کہ کوئی شخص اس سے افضل کلمے کہہ کر بڑھ جائے۔ (مشکوٰۃ عن احمد)

بازار میں پڑھنے کے لئے: ۔حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں داخل ہو کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لے اس کے لئے خداوند قدوس دس لاکھ نیکیاں لکھ دے گا۔ اور اس کے دس لاکھ گناہ مٹا دے گا۔ اور اس کے دس لاکھ درجے بلند کر دے گا اور اس کیلئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

چار کلمات کا بہت بڑا ثواب: ۔حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ علی الصبح نماز پڑھ کر میرے پاس تشریف لے گئے اور میں اپنے مصلے پر بیٹھی بیٹھی ذکر کرتی رہی۔ جب چاشت کا وقت ہو گیا تو آپ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کیا تو اس وقت سے اسی حالت میں ہے جس حالت پر میں نے تجھ کو چھوڑا تھا میں نے عرض کیا جی ہاں؟

آپ نے فرمایا میں نے یہاں سے جانے کے بعد تین مرتبہ ایسے کلمے کہے ہیں کہ اگر اس سب کے ساتھ تو لے جائیں جو تو نے آج ذکر کیا ہے تو اس کے برابر ہو جائیں وہ یہ ہیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ فضیلت: ۔حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان فرمایا کہ میں حضور اقدس ﷺ کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور دل ہی دل میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن قیس (یہ حضرت ابوموسیٰ کا نام تھا) کیا میں تجھے جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ نہ بتا دوں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ وہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ہے۔

(بخاری ومسلم)

اور ایک حدیث میں ان کلمات کو جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ بتایا ہے۔(الترغیب عن الحکم وقال صحیح علیٰ)

ایک روایت میں ہے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ۹۹ مرضوں کی دواء ہے جن میں سب سے سہل غم ہے(الترغیب عن الحاکم وقال صحیح الاسناد ضعفہ المنذری) یعنی ان کلمات کے سامنے غم کی تو کچھ حقیقت ہی نہیں اس کے علاوہ وہ ۹۸ مرض کی دوا ہے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ کوئی نعمت دے اور وہ اس کو باقی رکھنا چاہے تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ ط کی کثرت کرے۔(ترغیب عن عقبہ بن عامرؓ)

استغفار کی فضیلت: ۔نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار میں لگا رہے خدا اسکی ہر تنگی کو دور کر دے گا اور اس کو ہر غم سے نجات دے گا اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو خیال بھی نہ ہوگا۔(مشکوٰۃ) استغفار اور توبہ سے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں مگر اسکے ساتھ ساتھ تنگی اور سختی بھی دور ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ط وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ۔(ھود)

اور یہ کہ معافی مانگو اپنے رب سے اور توبہ کرو اس کے حضور میں کہ تم کو فائدہ دے گا اچھا

۱؎ میں اللہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جس قدر اس کی مخلوق ہے اور جس سے وہ راضی ہو جائے اور جس قدر اس کے عرش کا وزن ہے اور جس قدر اس کے کلمات لکھنے کی روشنائی ہو۔۱۲

فائدہ ایک وقت مقرر تک اور عطا فرمائے گا زیادہ (نیکی کرنے والے کو اس کی زیادہ نیکی کا) بدلہ اور اگر تم منہ موڑو تو میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب کا۔

خدا کے معصوم پیغمبر ﷺ اپنی مجلس میں سو مرتبہ بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کرتے تھے۔ رَبِّ اغْفِرْلِی وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے اور میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے اور بخشنے والا ہے۔

اور حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مومن گناہ کر لیتا ہے تو وہ گناہ اس کے دل پر سیاہی بن کر لگ جاتا ہے سو اگر اس نے توبہ کر لی اور استغفار کیا تو اس کا دل صاف ہو گیا اور اگر (توبہ استغفار نہ کی اور گناہ کر لیا تو وہ سیاہی اور بڑھ جائے گی حتیٰ کہ اس کے سارے دل کو گھیر لے گی۔ (مشکوٰۃ عن الترمذی)

حضرت ابو سعیدؓ کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ (جب) شیطان (مردود ہو گیا تو اس) نے کہا کہ اے رب تیری عزت کی قسم ہے میں تیرے بندوں کو ہمیشہ بہکاتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں رہیں گی اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ مجھے قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی اور رفعت مقام کی جب تک وہ مجھ سے استغفار کرتے رہیں گے ان کو بخشتا رہوں گا۔ (احمد)

اور رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جو کوئی اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ کہے اس کی مغفرت کر دی جائے گی اگرچہ میدان جہاد سے بھاگا ہو۔ (مشکوٰۃ)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے لئے اچھی زندگی ہے جو اپنے اعمال نامہ میں استغفار کثیر پائے (مشکوٰۃ)۔ ظاہر ہے کہ اپنے اعمال نامہ میں وہ زیادہ استغفار پائے گا جو دنیا میں اس کی کثرت کریگا۔

سید الاستغفار:۔ حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص رات کو یقین کے ساتھ سید الاستغفار پڑھے اور صبح سے پہلے مر جائے تو جنتی ہو گا۔ سید الاستغفار یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔

ترجمہ: اے اللہ تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا فرمایا ہے میں تیرا بندہ ہوں جہاں تک مجھ سے ہو سکے میں تیری پناہ چاہتا ہوں اور اپنے اعمال کی برائی سے اور تیری اس نعمت کا اقرار کرتا ہوں سو تو مجھ کو بخش دے کیونکہ تیرے سوا گنا ہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔
(صحیح بخاری)

فضائل درود شریف:

دس رحمتیں اور دس سلام: ۔حضرت ابوطلحہؓ کا بیان ہے کہ ایک روز حضور اقدس ﷺ (صحابہ کے مجمع میں) اس حالت میں تشریف لائے کہ آپ کے چہرہ انور پر خوشی ظاہر ہو رہی تھی (مجمع میں پہنچ کر) فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ بے شک تمہارا رب ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ کیا تم کو یہ بات خوش نہ کرے گی کہ تمہاری اُمت میں سے جو شخص تم پر درود بھیجے گا تو اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا اور جو تمہاری اُمت میں سے تم پر سلام بھیجے گا میں اس پر دس سلام بھیجوں گا (نسائی) لہٰذا اگر کوئی شخص حضور انور ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ﷺ کہے یعنی صلوٰۃ وسلام دونوں کو ملائے اس پر خدا تعالیٰ کی بیس عنایتیں ہوں گی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا اور اس کے دس گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ اور اس کے دس درجے بلند کر دیئے جائیں گے۔ اور اس کو دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا۔ (ترغیب)

• **۷۰ رحمتیں:** ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ پر ایک مرتبہ درود شریف بھیجے گا خدا اور فرشتے اس پر ستر مرتبہ رحمت بھیجیں گے۔ (رواہ احمد باسناد حسن کمافی الترغیب وھوفی حکم المرفوع) ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ یہ یعنی ستر رحمتیں ایک مرتبہ درود کے صلہ میں مل جانا غالباً جمعہ کے روز کے ساتھ مخصوص ہے کہ اس روز کی عظمت وفضیلت کی وجہ سے ثواب بڑھا دیا جاتا ہے اور بجائے دس کے ستر رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

زیادہ قریب: ۔حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

قیامت کے روز میرے قریب سب سے زیادہ وہ شخص ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا تھا۔(ترمذی)

شفاعت واجب:۔ حضرت رویفعؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے محمد ﷺ پر درود پڑھا اور یوں دعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (اے اللہ سیدنا محمد ﷺ کو قیامت کے روز اپنے نزدیک مقام میں نازل کیجیو) تو اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔(احمد)

فرشتوں کا گشت:۔ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین میں گشت لگاتے پھرتے ہیں اور ان کا کام یہ ہے کہ میری امت کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں۔
(نسائی دارمی)

بخیل کون ہے:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اصل بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔(رواہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب)

دعا کی قبولیت میں رکاوٹ:۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ دعا آسمان وزمین کے درمیان رکی رہتی ہے ذرا بھی آگے نہیں چڑھتی جب تک کہ تو اپنے نبی پر درود نہ بھیجے (ترمذی)۔ درود شریف کے فضائل بہت ہیں تفصیل کے لئے حضرت مرشدی کا رسالہ فضائل درود شریف مطالعہ فرمائیں۔

......فوائد متفرقہ......

کتاب قریب الختم ہے آخر میں ہم چند ضروری فوائد لکھتے ہیں۔

بقایا فی الرد یا:۔ زبان کی آفات اور مہلکات جو اس کتاب میں درج ہیں ان کے علاوہ بھی چیزیں احادیث شریفہ میں وارد ہوئی ہیں جو بعد میں یاد آئیں لکھتے ہیں۔

۱۔ اپنی تعریف بیان کرنا اور اپنے کو اچھا بتانا بھی ان چیزوں میں سے ہے جن کی حضور اقدس ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے۔ بہت سے لوگ اس سے غافل ہیں خاص کر چھوٹے موٹے دین داروں میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمُ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَهْلِ الْبِرِّ مِنْكُمْ (مسلم) یعنی اپنے نفسوں کو پاکیزہ مت بتاؤ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ تم میں نیکی والے کون ہیں۔

۲۔ یہ کہنا کہ اللہ چاہے اور فلاں چاہے ممنوع ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور

اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یوں نہ کہو مَاشَاءَ اللّٰہُ وَشَاءَ فُلَانٌ "(جو اللہ چاہے اور جو فلاں چاہے وہ ہوگا) بلکہ یوں کہو مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شَاءَ فُلَانٌ" (جو اللہ چاہے وہ ہوگا اللہ کی مشیت کے بعد دوسرے کی مشیت ہے)۔ (رواہ احمد وابوداؤد کمافی المشکوٰۃ ۴۰۸)

ایک اور حدیث میں یوں ہے کہ

لَا تَقُوْلُوا مَاشَاءَ اللّٰہُ وشاء محمد و قولو ماشاء اللّٰہ وحدہٗ۔

یعنی یوں نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور جو محمد چاہے بلکہ صرف یوں کہو کہ جو اللہ چاہے۔ (کمافی المشکوٰۃ عن شرح السنۃ)

اس حدیث میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اللہ کی مشیت میں کسی دوسرے کی مشیت کو بھی شامل کرتے ہیں اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ بات بات میں کہہ دیتے ہیں کہ جو میرا خدا چاہے اور میرا رسول چاہے وہی ہوگا ایسا کہنا حضور اقدس ﷺ کے فرمان کے خلاف ہے۔

۳۔ بہت سے لوگ زمانہ کو برا بھلا کہتے ہیں اور گالیاں تک دیتے ہیں۔ اس کی بھی سخت ممانعت ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص زمانہ کو برا نہ کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ زمانہ میں تصرف کرنے والا ہے۔ (صحیح مسلم) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے ایذا دیتا ہے (یعنی ایسی باتیں کرتا ہے جس سے مخلوق کو ایذا پہنچا کرتی ہے۔) وہ زمانہ کو گالی دیتا ہے۔ حالانکہ میں خود زمانہ (کا تصرف) ہوں۔ میرے ہاتھ میں سب کچھ اختیار ہے۔ رات اور دن کا الٹ پھیر کرتا ہوں۔ (بخاری ومسلم)

۴۔ بہت سے لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ دوسروں کو خبیث کہہ دیتے ہیں۔ مکتب کے استاد لڑکوں کیلئے یہ الفاظ بہت فراوانی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں یہ لفظ بہت ہی مکروہ اور ناپسند ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُ کُمْ خَبُثَتْ نَفْسِیْ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ لَقِسَتْ نَفْسِیْ (یعنی تم میں سے کوئی شخص ہرگز یوں نہ کہے کہ میرا نفس خبیث ہوگیا بلکہ یوں کہے کہ میرا جی اندر سے خراب ہورہا ہے۔ (بخاری ومسلم) لفظ خبیث کی قباحت اور شناعت کی وجہ سے اس کو اپنے لئے استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا پھر دوسروں کے لئے اس کا استعمال کیسے گوارا کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ اگر تنہائی میں کوئی گناہ ہوجائے تو اسکو ظاہر کرنا اور لوگوں کو بتانا کہ میں نے ایسا کیا ہے

درست نہیں ہے فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ انسان کی لاپرواہی میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ (جو شرعاً ممنوع اور مبغوض ہے) کہ رات کو گناہ کا کام کرے پھر صبح ہونے پر لوگوں سے بیان کرتے ہوئے کہے کہ اے فلاں میں نے گذشتہ رات فلاں فلاں کام کیا ہے۔ حالانکہ اس کے رب نے رات بھر اس کی پردہ پوشی فرمائی اور اب صبح ہو کر (یہ شخص خود) اللہ کے پردے کو کھول رہا ہے۔ (اور اپنا گناہ ظاہر کر رہا ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح عن البخاری و مسلم)

مومن بندے گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں اور اگر گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ پاک کے حضور میں توبہ کر لیتے ہیں اور جو شخص گناہ کر کے لوگوں پر ظاہر کرتا ہے وہ ڈھیٹ ہے جو بے جا جسارت کرتا ہے اور احکام شرعیہ کی عظمت اور حرمت سے غافل ہے۔

۶۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص نے کہا کہ لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ ان میں سب سے بڑھ کر ہلاک ہونے والا ہے۔ (مسلم)

اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے تنبیہ ہے جو عموی طور پر لوگوں کے حالات پر تبصرہ کرتے ہیں اور اس انداز میں بات کرتے ہیں کہ جیسے یہ بڑے نیک اور پارسا ہیں اور سب لوگ گناہوں میں مبتلا ہوں اور اپنے گناہوں کی وجہ سے برباد اور ہلاک ہو چکے ہیں دوسروں پر تبصرہ ہے اور اپنی خبر نہیں جو صاحب تبصرہ کرتے ہوئے دوسروں کو ہلاک بتا رہے ہیں وہ خود ان سے زیادہ ہلاکت کے عمل میں مبتلا ہیں کیونکہ دوسرے لوگ تو اپنے کو گناہ گار سمجھتے ہیں ان کو توبہ کی توفیق ہونا بعید نہیں اور تبصرہ والے صاحب خود فریبی میں مبتلا ہیں اپنے کو اچھا نیک سمجھ رہے ہیں ان کی بات میں تکبر بھی ہے اور خود ستائی بھی، ان کا اگر اور کوئی گناہ نہ ہو تو یہ گناہ کیا کم ہے کہ اللہ کے سارے بندوں کو ہلاک اور مستوجب عذاب قرار دیا اور خود پارسائی کے مدعی ہو گئے۔

(والعیاذ باللہ)

۷۔ میاں بیوی کے درمیان تنہائی میں جو کچھ ہوتا ہے اس کا بیان کرنا سخت ممنوع ہے۔ بہت سے لوگ دوستوں کو وہ سب کچھ بتا دیتے ہیں جو شب زفاف میں یا اس کے بعد ہوا کرتا ہے، فرمایا حضور اقدس ﷺ نے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین لوگوں میں وہ شخص بھی ہوگا جو (تنہائی میں) اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے اور وہ اس کے پاس آتی ہے، پھر وہ اس سے متعلق پوشیدہ حالات کو لوگوں کے سامنے کھولتا ہے۔ (مشکوٰۃ از مسلم)

چند دعائیں

۱۔ دل اور زبان اور آنکھ کی حفاظت کیلئے یہ دعا کرے۔

اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَعَمَلِیْ مِنَ الرِّیَاءِ وَلِسَانِیْ مِنَ الْکَذِبِ وَعَیْنِیْ مِنَ الْخِیَانَۃِ، فَاِنَّکَ تَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ ،وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ ۔

ترجمہ: "اے اللہ میرے دل کو نفاق سے اور میرے عمل کو ریاء سے اور میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک فرما بے شک تو خیانت کرنے والی آنکھ کو اور ان چیزوں کو جانتا ہے جن کو سینے چھپاتے ہیں"۔

۲۔ حسن عبادت اور ذکر وشکر کی توفیق کیلئے یوں دعا کیا کرے۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلیٰ ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ ۔

ترجمہ: "اے اللہ میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور تیری بہترین عبادت کروں"

حضور اقدس ﷺ نے حضرت معاذؓ کو حکم فرمایا کہ اس مذکورہ بالا دعا کو ہر روز (فرض) نماز کے بعد پابندی سے پڑھا کریں (ابوداؤد)

۳۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے ایک یہ دعا یاد کی ہے اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ اُعْظِمُ شُکْرَکَ وَاُکْثِرُ ذِکْرَکَ وَاَتَّبِعُ نَصِیْحَتَکَ وَاَحْفَظُ وَصِیَّتَکَ ۔(مشکوۃ المصابیح قبل کتاب المناسک)

ترجمہ: "اے اللہ تو مجھے ایسا کردے کہ میں تیرا بڑا شکر یہ ادا کروں اور تیرا بہت ذکر کروں اور تیری نصیحت پر عمل کروں اور تیری وصیت یاد رکھوں"۔

اس میں عظیم شکر اور کثیر ذکر نصیب ہونے کی دعا ہے۔

۴۔ جن لوگوں کو زبان سے یا ہاتھ سے تکلیف پہنچائی ہو، برا بھلا کہا ہو ان کیلئے عمومی طور پر یوں دعا کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اِتَّخَذْتُ عِنْدَکَ عَھْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِیْہِ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اٰذَیْتُہٗ شَتَمْتُہٗ لَعَنْتُہٗ جَلَدْتُّہٗ فَاجْعَلْھَا لَہٗ صَلٰوۃً وَّ زَکٰوۃً قُرْبَۃً تُقَرِّبُہٗ بِھَا اِلَیْکَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ .

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں اُمید ہے کہ آپ اس کو ضرور ری

قبول فرمائیں گے وہ یہ کہ میں ایک انسان ہوں پس جس کسی کو میں نے تکلیف دی، برا بھلا کہا، لعنت کی، کوڑا مارا۔ تو میرے اس عمل کو آپ اس کیلئے راحت اور پاکیزگی اور اپنی نزدیکی کا ذریعہ بنا دیں۔ جس کے ذریعہ قیامت کے دن اس کو آپ اپنے سے قریب فرمالیں"۔

۵۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں اس نے باتیں بہت بنائیں اور کھڑے ہونے سے پہلے اس نے یہ کلمے پڑھ لئے تو اس مجلس میں اس نے جو (بیکار یا بری) باتیں کی ہیں ان کیلئے یہ کلمے کفارہ ہو جائیں گے کلمے یہ ہیں۔

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔ (ترمذی وغیرہ)

ترجمہ: "اے اللہ میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں اور آپ کی تعریف بیان کرتا ہوں، گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے گناہوں کی معافی طلب کرتا ہوں اور آپ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں"۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ ان کلمات کو اگر مجلس ذکر اور مجلس خیر کے ختم کرتے وقت پڑھا تو یہ کلمات نیک باتوں کیلئے مُہر بن جائیں گے۔ جیسے صحیفہ کے ختم پر مُہر لگا دی جاتی ہے۔ اور اگر مجلس میں لغو اور بُری باتیں کہی تھیں تو ان کے لئے کفارہ بن جائیں گے اور بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات کو کھڑے ہونے سے پہلے تین بار پڑھنا چاہیے۔ (الترغیب والترھیب)

چند ضروری مسائل

مسئلہ: بے وضو قرآن شریف پڑھنا درست ہے۔ نیز درود وسلام اور دوسری دعائیں بھی بے وضو پڑھنا جائز ہیں۔ البتہ قرآن شریف کو بے وضو چھونا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ: جس شخص پر غسل فرض ہو اور جو حیض اور نفاس والی عورت ہو ان کو قرآن مجید پڑھنا اور چھونا جائز نہیں۔ البتہ یہ تینوں درود شریف اور دعائیں اور دیگر اذکار مثلاً تیسرا چوتھا کلمہ پڑھ سکتے ہیں۔

مسئلہ: عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ زوال کے وقت اور سورج نکلتے وقت اور چھپتے وقت قرآن شریف پڑھنا یا ذکر کرنا ممنوع ہے سو غلط ہے۔ البتہ ان وقتوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ: جب خطبہ ہو رہا ہو تو اس وقت قرآن مجید پڑھنا، درود شریف پڑھنا، کوئی ذکر کرنا یا

خطیب کی دعا پر آمین جائز نہیں ہے۔

...... کثرت ذکر نصیب ہونے کے چند طریقے ......

۱۔ الحزب الاعظم مؤلفہ حضرت ملا علی قاریؒ یا مناجات مقبول مرتبہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرّہٗ کی ایک منزل روزانہ پڑھا کرے۔

۲۔ اپنے اوقات اور حالات کے موافق روزانہ تلاوت قرآن مجید اور تسبیح (سبحان اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ) اور تکبیر (اللہ اکبر) اور درود شریف و استغفار وغیرہ کیلئے ایک مخصوص مقدار مقرر کرلے اور اس کو تاختم زندگی نبھانے کی کوشش کرے۔

۳۔ اکثر تسبیح اپنے پاس رکھنا چاہیے۔ کیونکہ جب تسبیح سامنے ہوتی ہے تو کچھ نہ کچھ ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اسی لئے بزرگوں نے تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) رکھا ہے۔

۴۔ احادیث میں جو متفرق اوقات اور مقامات کی دعائیں آئی ہیں۔ مثلاً صبح اور شام کے اوقات کی سوتے جاگتے کی اور دیگر حالات کی، ان کو یاد کرکے اپنے اپنے وقت اور موقعہ پر پڑھنے کی پابندی کرنی چاہیے۔ اس پر عمل کرنے سے عمر کا بہت سا حصہ یادِ خدا میں گزرے گا۔ اور رسول خدا ﷺ کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی مقبول دعاؤں کی برکت جدا نصیب ہوگی۔ ہم نے ایک مختصر کتاب میں یہ دعائیں جمع کردی ہیں۔ جس کا نام "مسنون دعائیں" ہے۔

۵۔ سوتے وقت چند منٹ سارے دن کی زندگی کو سوچے اور غور کرے کہ آج کتنا وقت یادِ خدا اور دینی مشاغل میں خرچ ہوا۔ اور کتنا وقت لایعنی اور بیکار کاموں اور بیہودہ جھک جھک بک بک میں گزرا اور جو وقت ضائع ہوا اس پر سخت افسوس کرے اور خدا سے معافی مانگے۔

۶۔ اہل اللہ کی کتابیں اور ان کے ملفوظات بکثرت پڑھا کرے اور بالخصوص حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ کے مواعظ اور ملفوظ اور سیدی و سندی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ شیخ الحدیث سہارن پور کی تالیفات مطالعہ میں رکھیئے۔

۷۔ وقت نکال کر تبلیغی جماعتوں میں جایا کرے۔ کیونکہ جتنے دن دعوت کے کام میں خرچ ہوتے ہیں وہ سراسر خیر و خوبی سے پُر ہوتے ہیں اور کثرت سے ذکر اللہ کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔

۸۔ کسی متبع سنت شیخ سے بیعت ہو جائے۔ جس کی صحبت سے ذکر سے طبیعت کو اُنس ہوتا

ہو۔ اور آخرت سے تعلق بڑھتا ہو اور دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہو۔

خاتمہ مسک......

اب ہم کتاب ختم کرتے ہیں اور قرآن مجید کی ایک آیت پیش کر کے اس بات کی طرف مزید توجہ دلاتے ہیں کہ اپنی زبان کو لغو اور بیکار اور لایعنی اور گناہوں کی باتوں سے محفوظ رکھتے ہوئے تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ، تسبیح، تہلیل، تکبیر، تحمید اور درود و استغفار وغیرہ میں مشغول رکھیں۔

حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ٱلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار

ترجمہ: ”بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں دلائل ہیں اہلِ عقل کے لئے۔ جن کی حالت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں۔ کھڑے بھی بیٹھے بھی لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں۔ سو ہم کو عذاب سے بچا لیجئے“۔

اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی فضیلت بتائی ہے جو کھڑے بیٹھے لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس میں بہت زیادہ ثواب ہے۔ اور رفع درجات کا باعث ہے اور کچھ خرچ بھی نہیں۔ بڑی آسانی سے ذکر ہو سکتا ہے۔ صرف زبان کو حرکت دینے کی بات ہے۔ جس میں کچھ بھی تکلیف نہیں اور احکام کے اعتبار سے بھی کس قدر آسانی ہے۔ کہ بغیر وضو بھی قرآن شریف پڑھ سکتے ہیں (اگرچہ بے وضو قرآن چھونا جائز نہیں) اور جس پر غسل فرض ہو اور حیض و نفاس والی عورت بھی اذکار اور درود و استغفار پڑھ سکتے ہیں۔ بس ان لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت ہے۔ باقی ہر ذکر کر سکتے ہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کیلئے کتنی آسانی فرما دی۔ جو شخص جب چاہے جہاں ہو جس حال میں ہو اللہ کا نام لے سکتا ہے۔ اللہ پاک کی طرف سے بے انتہا نعمتیں اور رحمتیں ہیں۔ بندوں ہی کی طرف سے غفلت اور کوتاہی ہے۔ اللہ جل شانہٗ ہم سب کو

اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی یاد میں ہمارے دل اور دن رات کو مشغول فرمائے۔

اللّٰهم اجعلنا ممن يعظم شكرك ويكثر ذكرك ويتبع نصيحتك ويحفظ وصيتك انك سميع قريب مجيب و بالا جابة جدير على كل شئى قدير۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد مرسلة محمد واله واصحابه اجمعين و على من تبعهم باحسان الى يوم الدين تمت وبالخير عمت.